[illegible]

۱۳۶

الحق یعلو ولا یعلیٰ

بحمد اللہ المنان کہ درین آوان میمنت اقتران کتاب مستطاب فی علم الکلام العینی

رسالۂ حسینیہ اردو

الموسوم بہ

تاریخی نام

رسالۂ فیض عام

از تصانیف عالم عامل فاضل کامل جامع اخلاق عظیمہ حاوی محاسن فخیمہ صاحب ذہن سلیم مالک طبع مستقیم جناب مولانا اجل الکونین مولوی سید عنایت حسین صاحب بہیری

بہ تصحیح تام و باہتمام مالا کلام سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی

مطبع اثنا عشری دہلی میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا بِالْعَطَاءِ الْعَقْلِ وَالشُّعُوْرِ وَالْھِدَایَۃِ الْاَنْبِیَاءِ الْمَبْرُوْرِ وَالْوِلَایَۃِ اَئِمَّۃِ الْمَاثُوْرِ وَنَجّٰینَا بِفَضْلِہٖ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْاَھْوَاءِ الَّذِیْ جُوْدٌ وَالْمَذَاھِبِ الْبَاطِلَۃِ وَالْکُفُوْرِ عَلٰی سَبِیْلِ النَّجَاتِ الْحَقِّ وَالشُّکُوْرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ صَاحِبِ الصُّحُفِ الْاِنْجِیْلِ وَالتَّوْرٰیۃِ وَالزَّبُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَعِتْرَتِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَغْفُوْرِ سِرَاجُ الْمِلَّۃِ وَالدِّیْنِ الْمَشْھُوْرِ وَاَئِمَّۃُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوَّلُھُمْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ وَاٰخِرُھُمْ سَمِیُّ جَدِّہٖ مُحَمَّدٍ صَاحِبُ الْاَمْرِ وَالدُّھُوْرِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد کہتا ہے فقیر حقیر پُر تقصیر اقل الخلیقہ عبدہٗ **عنایت حسین** حرسہ اللہ عن کل شین ابن السید امام علی مرحوم و مغفور حشرہما اللہ مع ائمۃ المعصومین ساکن قصبہ بھرسر علاقہ ریاست بھرتپور کہ فی زمانہ بوجہ وصولِ رزق معین و مقدر کے ۱۲۷۶ھ ہجری سے ریاست دہولپور چھاؤنی جدید میں مقیم ہے۔ اور بالفعل بشغل تعلیم والی ریاست مامور ہے حسب اتفاق ۱۲۹۵ھ میں بوساطت ایک عزیز کے رسالہ **حسنیہ** بروز نہم ربیع الاول کہ روز عید سرور دوستانِ اہلبیت اطہار علیہم السلام کا ہے میرے پاس پہنچا۔ میں نے اسکو دیکھا نہایت عمدہ مباحثہ پایا۔ کہ عہد خلافت پُر ضلالت خلیفۂ جور ہارون رشید عباسی میں روبرو خلیفہ کے مسماۃ **حسنیہ** نے بڑے بڑے علماء اہلسنت کو زک فاش دی ہے اور بحوالہ آیات اور احادیث کے حقیت مذہب امامیہ اثنا عشریہ کو ثابت کیا ہے کہ جسکے پڑھنے سے دلکو سرور اور آنکھوں میں نور آتا ہے اتفاقاً اسی روز بتقریب عید باباشجاع صحبت

خوشی میں کہ اکثر احباب وہاں مجتمع تھے میں بھی شریک ہُوا۔ جو کہ رسالہ مذکورہ میرے
ہاتھ میں تھا۔ چند احباب نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا کتاب ہے۔ بندہ نے نام کتاب کا
بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ فارسی ہے یا اُردو ہے۔ میں نے عرض کیا کہ فارسی ہے
اس وقت صاحبانِ حضّار جلسہ نے فرمایا کہ ہم نے حال مباحثۂ حَسنیہ کا سُنا ہے خوب
چیز ہے اگر یہ اُردو ہوتا تو خوب ہوتا کہ ہم بھی اسکو پڑھکر یا سُنکر خوش اور محظوظ ہوتے
اگر یہ اردو ہوجاوے۔ تو خوب ہو کہ سب کو فائدہ ہے جو پڑھے یا سُنے وہ خوش ہو اور
مترجم کو بدعائے خیر یاد کریں۔ بندہ نے عرض کیا کہ اوّل میں یہ رسالہ عربی میں تھا
سنہ ۹۵۸ھ میں ولایتِ شام شہر دمشق سے ملا ابراہیم بن ولی اللہ استرآبادی اس
کو ملکِ عجم میں لائے۔ اور عہد میں **شاہ طہماسپ** صفوی الحسینی بادشاہ ولایت
ایران کے عربی سے فارسی میں نبظرِ فائدۂ عام ترجمہ ہُوا۔ اسوقت اکثر مومنین
حاضرین صحبتِ مذکورہ نے بخواہش و اصرار تمام اس عاصی ناکام سے فرمایا کہ اگر تو
اسکو فارسی سے اردو میں ترجمہ کرے۔ تو فائدہ اس کا تام اور انتفاع عام ہو خصوصًا
زبدۃ الحاجّ عمدۃ الزوّار محسن و مکرم برادران دوستان اخوت پناہ محبت دستگاہ
جناب الحاج السیّد عابد علی صاحب زاد اللہ مدارجہ وحصّل اللہ ماتمناہ نے
باصرار و تاکید تمام ارشاد فرمایا کہ ہمنے پہلے بھی چند بار تجھ سے اس بارہ میں
کہا ہے۔ کہ کوئی رسالہ وغیرہ کسی مطلب خیر میں لکھنا چاہئے۔ کہ وہ یادگار
اور باقیات الصّالحات میں سے رہے۔ اِس واسطے اب ہم اس رسالہ
حسنیہ کے واسطے بھی کہتے ہیں۔ کہ اسکو اردو کرو۔ اگرچہ اس ناتوان کو
یہ لیاقت اور طاقت تو کہاں ہے۔ کہ کچھ لکھے۔ اپنی لیاقت اور بضاعت کو
انسان خود ہی خوب جانتا ہے۔ من آنم کہ من دانم مگر بہ نظرِ تعمیل ارشاد
جناب موصوف کے کہ الامر فوق الادب بجا آوری ارشاد جناب ممدوح

میں مجبور ہوا۔ اور اسی روز مبارک وسعید عید بابا شجاع کو ایک ورق کا ترجمہ
اردو میں لکھا۔ تاکہ ہر مرد اور عورت کو فائدہ پہنچے۔ الحمد للہ کہ چند روز کی محنت
میں بافضالِ خدا سب رسالہ کو اردو کیا۔ اور وقت لکھنے ترجمہ کے اوّل سے
آخر تک لفظ بلفظ ہو بہو بے کم وکاست ترجمہ کیا۔ اور اپنی طرف سے کسی طرح
کی افراط و تفریط اور دخل و تصرف عبارتِ اردو میں ازراہِ تکلف کے نہیں
کیا۔ اور ہر مقام پر خیال مبتدا اور خبر ترجمہ اردو میں عبارت عربی اور فارسی
کا مقدم سمجھا تاکہ وقت سیر اور ملاحظہ رسالہ ہذا کے قاری اور سامع کو دقت
نہو اور نام تاریخی اس رسالہ کا فیضِ عام کیا۔ اب امید ناظرین ترجمۂ رسالہ ہذا
۱۲۹۷
سے یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر سہو یا غلطی ازراہِ بشریت کے اس مترجم کی
طرف سے پائیں تو عفو فرمائیں اور اس عاصی کو عوض میں دعائے خیر کے مورد
طعن و طنز کا نہ کریں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ
ملا ابراہیم بن ولی اللہ استر آبادی مترجم فارسی لکھتے ہیں۔ کہ جب میں ۹۵۸ھ
میں بعد حصول شرف حج بیت اللہ الحرام اور زیارت سید الانام و آئمہ
معصومین علیہم السلام کے مقام دار الخلافت دمشق میں کہ جسکو اب عرصہ تین
سو انتالیس برس کا ہؤا پہنچا۔ تو وہاں پر اکثر محبان اہلبیت اطہار اور شیعیان
حیدر کرار سے بہتیرے ملاقات کی بارہا صحبت میں شیعیان اور موالیان اہلبیت کے
مستفید ہوتا تھا۔ چند مومنین سے مجھکو زیادہ تر محبت پیدا ہو گئی اکثر ذکر و اذکار
مباحثہ مذہبی کے باہم رہتے تھے۔ ایکروز ایک بزرگ نے ذکر کیا کہ رسالہ
حسنیہ کہ جسمیں ذکر مباحثہ حسنیہ کا ہے۔ کہ زمانہ ہارون رشید عباسی میں علماء اور
فضلاء مخالفین سے بحث کر کے حقیت مذہب اہلبیت کی دلائل اور براہین عقلیہ
اور نقلیہ سے ثابت کی ہے۔ وہ نہایت عمدہ مباحثہ ہے یہاں ایک سید بزرگ کے

پاس ہے۔ چنانچہ میں ان سید بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فی الواقعہ وہ سید والا قدر بڑے شیعہ اور صاحب ورع تھے۔ انکی خدمت میں التماس کیا مینے کہ اگر رسالہ حسنیہ براہِ مسافر نوازی واسطے نقل کے مجھکو عنایت ہو تو موجب منت ہے۔ الغرض بہزار منت اور خوشامد وہ رسالہ ان سے مینے لیکر اول سے آخر تک پڑھا۔ اور اسکو لکھا اور جب شہر دمشق سے روانہ ہوکر ملک ایران میں آیا۔ تو میں اس رسالہ کو بطور ہدیہ احباب کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ اور جلسہ ہائے متعددہ میں رسالہ مذکورہ کو محبانِ حیدرِ کرار اور شیعیانِ اہلبیت اطہار کو سناتا تھا۔ وہ نہایت خوش اور محظوظ ہوتے تھے۔ مگر چونکہ رسالہ عربی تھا سوائے اہل علم کے عوام کو فائدہ نہ تھا۔ اسواسطے بپاسِ خاطر ایک دوست کے کہ وہ بھی سید عالی نسب تھے۔ حکایت حسنیہ کو عربی سے فارسی میں بلا تکلف اور تصنع کے مینے ترجمہ کیا۔ تا سب کو فائدہ پہنچے۔ پس تھوڑے ہی عرصہ میں اس رسالہ کی بڑی شہرت ہوئی۔ یہاں تک کہ ذکر اس رسالہ کا زبانی کسی معتمدِ سلطنت کے شاہ طہماسپ صفوی الحسینی نے سنا تو شاہ کو بھی نہایت اشتیاق اس مباحثہ کے سننے کا ہوا۔ اور مجھکو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔ اسوقت مینے یہ رسالہ حضورِ شاہ ملائک سپاہ میں پیش کیا تو بہت خوش ہوئے۔ اور مجھکو بعطائے انعام و اکرام سرافراز فرمایا۔ کیفیت مباحثہ حُسنیہ کہ فی الواقع حسنیہ اسم بامسمی تھی۔ یہ ہے۔ روایات صحیحہ اور اسانیدِ معتبرہ سے قصۂ مناظرہ حُسنیہ کو فاضلِ محقق اور عالم مدقق شیخ ابو الفتح نے کہ علمائے اعلام اور فضلائے فخام سے ہیں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ زمانہ ہارون رشید عباسی میں کہ خلیفہ پنجم خلفاء عباسیہ میں سے ہے۔ اور یہ بڑا ظالم اور جابر گذرا ہے۔ کہ اس ملعون کے زمانہ میں بہت سے سادات بنی فاطمہ اور اکثر ساداتِ علویہ قتل ہوئے اور ہزاروں بنی فاطمہ بجائے سنگ و خشت کے عمارات میں چُنے گئے۔ اور باعثِ شہادتِ جناب امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا بھی یہی ملعون ہوا ہے۔ المختصر اسی عہد میں ایک مرد سوداگر تھا صاحب

شروع قصۂ مناظرہ حسنیہ

جاہ و مال رؤسائے اور مشاہیر بغداد سے کہ محبت اہلبیتِ رسالت میں مشہور و معروف تھا
اور ہمیشہ خدمتِ باسعادت جناب امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہما السلام میں حاضر
رہتا تھا۔ اور شرائطِ بندگی اور خدمتگزاری کی بجا لاتا تھا۔ بعدِ شہادت جناب امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام بسبب ظلم اعدائے دین و مخالفانِ خلفائے عباسیہ کے مال و اسباب
اس دیندار کا یہاں تک تباہ و برباد ہوا۔ کہ فقیر و محتاج ہو گیا۔ اور کچھ
اثاثہ پاس نہ رہا۔ سوائے ایک لونڈی کے کہ پانچ برس کی عمر میں اسکو خریدا
تھا۔ اور واسطے تعلیم و تربیت کے مکتب میں بٹھایا تھا۔ اور جب عمر اس کی
دس برس کی ہوئی۔ تو حرمِ محترم جناب امام جعفر صادق علیہ السلام میں آمد و
رفت اس نے پیدا کی۔ اور بیس برس تک علوم دینیہ کو تحصیل کیا اور حسن و
ملاحت میں بھی بینظیر تھی۔ اور نام اس کا حسنیہ تھا۔ جبکہ خواجہ بازرگان پر
ہجوم فقر و فاقہ ہوا۔ اور نان شبینہ تک کو محتاج ہو گیا تو مجبور ہو کر ایک روز خواجہ
نے حسنیہ سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور کہا کہ اے حسنیہ تو میرے نزدیک
بجائے فرزند کے ہے۔ اور بجز تیرے میرا کوئی نہیں ہے۔ اور تیرے سبب
سے مینے بہت سی زحمت اٹھائی کہ تجھکو اس مرتبہ پر پہنچایا پس آج کے روز تجھکو یہ
فضل و کمال حاصل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی جودتِ طبیعت اور فطرتِ عقل سے ایسی تدبیر کر
کہ یہ عسرت اور ہجوم فقر و فاقہ مجھ سے دور ہو حسنیہ نے فرمانا خواجہ کا قبول کیا اور کہا بچشم جو
ارشاد ہوگا بجا لاؤنگی لیکن اسمیں ایک عرض ہے۔ خواجہ نے کہا کہ بیان کر حسنیہ نے کہا کہ اے
خواجہ صلاحِ وقت یہ ہے کہ مجھکو ہارون رشید خلیفہ کے سامنے لیچل اور میرے بیچنے کا اظہار کر
اگر خلیفہ میری قیمت پوچھے۔ تو کہنا کہ ایک لاکھ دینار طلا قیمت اسکی ہے۔ اگر پوچھے کہ اس
میں کیا وصف ہے۔ جو یہ قیمت رکھتی ہے تو اسوقت یہ جواب دینا کہ اگر تمام علماء عصر اور
فضلاء دہر جمع ہوں اور علوم دینیہ میں اس سے بحث اور مناظرہ کریں تو یہ مغلوب اور

نہوگی۔ بلکہ سب پر غالب آویگی۔ خواجہ نے جسوقت یہ تقریر حسنیہ سے سُنی کہا بخدا
ہرگز ایسا نکروں گا۔ مبادا وہ ظالم کیفیت فضیلت اور حُسن صورت اور سیرت تیری سے
آگاہ ہوجاوے۔ اور تجھکو مجھ سے چھین لے تو میں تیرے فراق میں صبر نہ کرسکوں گا۔ حسنیہ
نے عرض کیا کہ اے خواجہ ہرگز خوف نہ کھا۔ جبتک میں زندہ ہوں بتصدق اہلبیتِ اطہار مجھکو
تجھ سے کوئی جدا نہیں کرسکتا۔ اٹھ اور خدا پر توکل کر۔ الغرض بہت تاکید کی کہ خواجہ مجبور ہوگیا اور
خدمت میں یحییٰ بن خالد برمکی وزیر ہارون رشید کے گیا اور کیفیت بیانکی یحییٰ وزیر نے
کہا کہ اپنی کنیز کو لے آؤ۔ خواجہ موافق کہنے وزیر کے حسنیہ کو خانۂ یحییٰ میں لے گیا۔ جسوقت
یحییٰ نے صورت وسیرت وفصاحت وبلاغت حسنیہ کو دیکھا متحیر ہوا اور دولتسرائے خلیفہ
میں گیا۔ اور اسکی خدمت میں پہنچکر سب قصّہ بیانکیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کنیز کو حاضر کر پس
موافق حکم خلیفہ کے حسنیہ کو حضوری خلیفہ میں لیگئے۔ حسنیہ جسوقت داخل دربار ہوئی تو چند شعر
ایسے عمدہ مدح خلیفہ میں پڑھے کہ وہ بہت خوش ہوا اور اس نے حکم دیا کہ خواجہ حاضر ہو وقت
حاضر ہونے خواجہ کے قیمت اسکی خلیفہ نے دریافت کی اور نام پوچھا خواجہ نے کہا نام حسنیہ
اور قیمت لاکھ دینار یہ کلام خواجہ کا ہارون رشید کو ناگوار گزرا اور کہا کہ اسقدر قیمت اس
کنیز کی کسواسطے بیان کرتا ہے۔ خواجہ نے کہا کہ وصف یہ ہے کہ اگر تمام علماء تیرے
زمانہ کے علوم دینیہ میں اس سے مناظرہ کریں تو ہرگز فتحیاب نہ ہونگے۔ ہارون نے کہا کہ اگر یہ
ملزم ہوجاوے تو کنیز کو لے لونگا اور تجھکو گردن مارونگا۔ خواجہ نے کہا اگر قول میرا صحیح ہو
کیا کریگا۔ جوابدیا کہ ایک لاکھ دینار مع کنیز تیری کے تجھکو ملینگی۔ خواجہ نے عرض کیا کہ
مجھکو اسقدر مہلت دیجائے کہ میں کنیز سے پھر پوچھ لوں۔ ہارون نے قبول کیا۔ خواجہ نے
حسنیہ سے سب حال بیانکیا۔ حسنیہ نے کہا کہ اے خواجہ اندیشہ نکر کہ بتصدق رسالتِ احمدِ مختار
اور برکتِ اہلبیتِ اطہار انشاء اللہ تعالیٰ میں ہرگز مغلوب اور عاجز نہونگی۔ خواجہ یہ بات سُنکر
ہارون کیخدمت میں حاضر ہوا۔ اور موافق شرط کے جسطرح اوپر بیان ہوا ہارون سے اقرار کیا

اسوقت ہارون نے حکم دیا کہ حسنیہ کو حاضر کرو حسنیہ مجلسِ خلیفہ میں حاضر ہوئی اور شرائط دعاگوئی کے حضوری خلیفہ میں بجا لائی۔ ہارون نے کہا کہ اے حسنیہ تیرا کیا مذہب ہے اور کس دین آئین پر ہے حسنیہ نے عرض کیا کہ دین مبین رسول رب العالمین اور طریقہ اہلبیت طاہرین کا رکھتی ہوں ہارون نے کہا کہ اے حسنیہ خلیفہ اور وصی بعد رسول خدا صلعم کے کون تھا حسنیہ نے کہا کہ اے خلیفہ سب علماء عصر کو حکم کر کہ حاضر ہوں اسوقت انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھکو کہنا ہوگا کہونگی اور جس کسی کو میرے دین و مذہب میں کلام ہوگا اسکا میں جواب بآئین شائستہ دونگی اسوقت ہارون کو معلوم ہوا کہ یہ طریقۂ اہلبیت پر ہے اپنے وزیر یحییٰ کو بلایا اور کہا کہ یہ کنیزک ہمارے طریقہ اور مذہب پر نہیں ہے اگر تو کہے تو اسکو قتل کروں یحییٰ نے کہا کہ اے خلیفہ اس کنیز نے دعویٰ بہت بڑا کیا ہے اگر اپنے عہدہ سے برنہ آوے اور ہمارے عالموں سے مغلوب ہو جاوے اور حقیقت اپنے مذہب کی ثابت نہ کرسکے اور اپنے دعویٰ میں جھوٹی نکلے تو اسوقت البتہ قتل کرنا اسکا چاہیے اور اگر علماء اور فضلا ہمارے اس سے مغلوب اور عاجز ہو جاویں۔ تو رعایت اور حمایت اسکی خلیفہ پر لازم اور واجب ہے۔ کسواسطے کہ جو کنیزک اس صفت کی ہو کہ سب عالموں پر فائق ہو مارنا اس کا خلاف شان خلافت ہے۔ کہنا وزیر کا خلیفہ کو پسند آیا اور فرمایا کہ تو حکم جاری کر کہ تمام علمائے بغداد حاضر ہوں۔ چنانچہ اسی زمانہ میں ابو یوسف قاضی بغداد سرگروہ علمائے شہر تھا۔ اور شافعی بھی اسی عہد میں بغداد میں رہتا تھا اور ابو یوسف اور شافعی میں عداوتِ قلبی تھی۔ القصہ تمام عالم اور فاضل بغداد کے روبرو خلیفہ کے حاضر ہوئے حسنیہ نے برقع اوڑھا اور برابر علما کے آکر بیٹھی۔ اس وقت علما نے مذہب و ملت حسنیہ کا پوچھا اس نے طریقہ اور مذہب اپنا موافق طریقۂ اہلبیت علیہم السلام کے ظاہر کیا اور نہایت ہوشیاری اور بیباکی سے مباحثہ اور مجادلہ شروع کیا۔ اور اس معقولیت سے گفتگو کرتی تھی کہ کسی کو طاقت اور مجال جواب دینے کی نہ ہوتی تھی۔ اور تفسیر

تاویل آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ کو اس طرح سے بیان کرتی تھی۔ کہ ہارون پیچ و
تاب کھا کر رہ جاتا تھا۔ اور حیران تھا جب ہارون نے جانا کہ یہ کنیزک اپنے
علم و کمال میں کامل ہے۔ اور علمائے بغداد میں کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا
پس حکم دیا کہ ایک شخص عرب قوم بدوی کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ حاضر ہوا۔ اس
وقت خلیفہ نے ایک خط حاکم بصرہ کو لکھا۔ اور عرب سے کہا کہ تو اسی وقت بصرہ کو
جا اور بہت جلد پہنچ۔ اور ابراہیم بن خالد عونی کو کہ وہ اس زمانہ میں بہت بڑا
عالم علمائے بصرہ سے تھا۔ اور علمِ کلام اور فقہ اور تفسیر اور اخبار میں اپنا عدیل و
نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور اس زمانہ میں چار سو عالم دارالامارۃ بصرہ میں تھے۔ اور ابراہیم
ان سب عالموں میں اکمل اور افضل تھا بلایا۔ جس وقت وہ عرب بذریعہ خط خلیفہ کے
حاکم بصرہ کے پاس پہنچا۔ حاکم نے ابراہیم کو شتر تیز رفتار پر سوار کر کے بغداد کو روانہ
کیا۔ ابراہیم خدمتِ ہارون میں آیا۔ ہارون نے حکم دیا۔ کہ مجلس آراستہ ہو اور
منادی کی جاوے۔ کہ تمام اراکینِ خلافت اور سردارانِ سلطنت دولتسرائے خلیفہ
پر حاضر ہوں۔ کہ آج کے روز مباحثہ اور مناظرہ ہوگا۔ اور واسطے ابراہیم کے خلیفہ نے
حکم دیا۔ کہ کرسی زرین بچھائی جاوے۔ اور ابراہیم اُس پر بیٹھے۔ اور بہت تعظیم و
تکریم ابراہیم کی خلیفہ نے کی۔ جس وقت ابراہیم سرخیل علمائے بصرہ کرسی
زرنگار پر بیٹھا اور گردن ہلا کر کہنے لگا۔ کہ حسنیہ کو بلاؤ۔ پس حسنیہ کو بلایا۔ اور اہل
خدمت اور نوکروں کی جگہ واسطے حسنیہ کے قرار دی۔ جس وقت حسنیہ روبرو آئی
خلیفہ سے اجازت طلب کی۔ بعد حصول اجازت کے شرائطِ دعا و سلامتی
ہارون کی بجا لائی۔ اور بغیر اس کے کہ اس کو اس کی جگہ پر بٹھائیں۔ خود برابر
ابراہیم کے جا بیٹھی۔ اور وہ نہایت تکبر و غرور سے کرسی زرین پر بیٹھا ہوا تھا۔
ہارون نے طرف حسنیہ کے دیکھا اور گوشہ چشم سے واسطے مباحثہ اور مجادلہ کے اشارہ کیا۔ حسنیہ نے

کمال فراست و دانائی سے اشارہ خلیفہ کو سمجھکر اسی وقت متوجہ طرف ابراہیم کے ہوئی۔ اور کہا کہ اے ابراہیم تو ہی ہے کہ سو جلد کتاب تیری تصنیفات سے مشہور و معروف ہیں اور تو اپنے کو وارثِ علم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جانتا ہے۔ اور فخر کرتا ہے عداوت علی بن ابی طالب علیہما السلام پر۔ ابراہیم اس کلام کو سنکر غصہ ہوا اور بولا کہ اے زبان دراز تو مجھ سے تمسخر کرتی ہے اور طرف اہل مجلس کے منہ پھیر کر کہنے لگا کہ اس کنیز سے مباحثہ و معارضہ کرنا مجھ کو مناسب نہیں ہے کیونکہ اسمیں کچھ فائدہ نہیں بلکہ میرے واسطے موجب خفت اور سبکی ہے۔ یحییٰ برمکی وزیر ہارون روبرو اس کے کھڑا تھا۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اے خداوند کلام بزرگانِ اہل دین کا یہ ہے کہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال۔ اے ابراہیم یہ کلام اہل فضل سے بعید ہے۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم انشاء اللہ بتائید اہلبیت رسالت پناہ اسی وقت تجھکو کرسی زرین سے نیچے اُتارتی ہوں۔ اور مجادلہ اور مباحثہ شروع کیا۔ ابراہیم نے کہا اوّل سوال میری طرف سے ہوگا۔ کہ میں دُور سے آیا ہوں۔ اور ابراہیم نے اس وقت اپنے دل میں یہ سوچا تھا کہ حسنیہ یہ چاہتی ہے کہ حقیت مذہب اہلبیت کی اور اپنی ہارون پر ظاہر کرے۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم تو سوال کر مجھ سے اور پوچھ جو کچھ تجھ کو پوچھنا ہے۔ اس وقت ابراہیم حسنیہ سے سوال کرتا ہے۔ اور حسنیہ با فصاحت و بلاغت تمام اس کو جواب دیتی تھی یہاں تک کہ حسنیہ نے ابراہیم کے اسّی سوالوں کا جواب اس جلسہ میں دیا۔ اور اس کے اعتراضات کو دفع کر کے بند کیا۔ جب یہ فصاحت و بلاغت اور خوبی بیان و تقریر لسان حسنیہ کی حاضرین جلسہ نے سُنی تو نہایت خوش ہوئے اور تخم محبت حسنیہ کا سب حاضرین کے کشتِ دل میں جم گیا اور سب علماء اور فضلا کیا مخالف اور کیا موالف اس کے اس تقریر و بیان کو سُنکر حیران و والہ ہو گئے حسنیہ نے

یعنی نظر کرو کلام پر نہ صاحب کلام پر ۱۲ قول حضرت

مسئلہ اول از جانب ابراہیم و جواب حسنیہ دلیل ثبوت سابق الاسلام ہونے جناب امیر علیہ السلام کے

کہا کہ اے ابراہیم مناظرہ کو بہت دیر گزری اور جلسۂ صحبت کو طول ہوا مجھکو اندیشہ ہے اور خیال کرتی ہوں۔ کہ باعث ملالِ خاطر خلیفۂ زمانہ کا ہو اگر تو کہے تو میں بھی سوال کروں ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ تین مسئلے اور ہیں وہ بھی پوچھ لوں۔ اگر جواب انکا تونے دیا تو میں چپ اور خاموش ہو جاؤنگا۔ حسنیہ نے کہا کہ پوچھ وہ تین مسئلے کیا ہیں ابراہیم نے کہا میں پوچھتا ہوں کہ بعد حضرت رسالت پناہ صلعم کے خلیفہ اور قائم مقام انکا کون ہے۔ حسنیہ نے جواب دیا کہ جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ سابق الاسلام کون ہوا ہے۔ حسنیہ نے کہا وہ سابق الاسلام ہے جو داماد اور چچازاد بھائی پیغمبر کا ہے۔ ہارون اس بات کو سُن کر بگڑا اور غصہ ہوا اسوقت ابراہیم نے خلیفہ کو اپنا طرفدار جان کر بحث میں دلیر ہو کر کہنے لگا کہ اے حسنیہ کس دلیل سے تو کہتی ہے کہ علیؑ سابق الاسلام ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ابو بکر سابق الاسلام ہے۔ کیونکہ جب پیغمبرؐ خدا نے دعوتِ اسلام کی تو ابو بکر کی عُمر چالیس برس کی تھی۔ اور علیؑ طفلِ نابالغ تھے۔ ایمان اور عبادت اور کفر اور معصیت علیؑ کا قابلِ اعتبار اور اعتماد کے نہ تھا۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اگر میں اعتبار عبادت اور مستحق ہونا عذاب و ثواب لڑکے نابالغ کا ثابت کروں تو تو اقرارِ امامت اور وصایت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام پر کرے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر بحجت و دلیل تو ثابت کر دیگی۔ تو البتہ میں قبول کروں گا۔ حسنیہ نے کہا کہ کہتا ہے تو نص قرآنی میں کہ صریح اور ظاہر ہے مقدمہ خضر و موسیٰ علیہما السلام میں کہ خضر نے اس لڑکے کو قتل کیا۔ اور قرآنِ مجید اس پر ناطق ہے۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰىٓ اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا۔ بعد اس کے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ تم نے اس

لڑکے کو کیوں قتل کیا۔ اس وقت خضرؑ نے جواب میں اس کے کہا کہ وہ صریح
اور واقع ہے کہ اَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا
طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ اے ابراہیم اب تو جواب دے۔ کہ قتل کرنا اس لڑکے کا حق
اور درست تھا یا خضرؑ ظالم تھے۔ اگر تو یہ کہتا ہے کہ خضرؑ ظالم تھے تو نہ چاہیئے
کہ خدائے تعالیٰ مدح ظالموں کی کرے۔ اور مدح خضرؑ کی قرآن میں صریح ہے
اور خضرؑ پیغمبر بزرگ ہیں۔ ابراہیم نے یہ کلام حسنیہ سے سنکر گردن نیچے کو
جھکالی۔ اور چپ ہو گیا۔ حسنیہ بولی کہ اے ابراہیم اب جواب کیوں نہیں دیتا
اور کیوں نیچے سر جھکایا ہے۔ معلوم ہوا کہ سوائے عداوت اور عناد کے تجھے کچھ نہیں
اور اے ابراہیم جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ خالق عالم ہے۔ سچ بیان کر کہ یہ نقل
جو میں اب تجھ سے بیان کرتی ہوں۔ تو نے کسی کتاب میں بھی دیکھی ہے۔ اور
اصحاب روایات سے یہ حدیث سنی بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور یہ جو تمام علماء اسوقت
اس جلسہ میں حاضر ہیں ان سے گواہی طلب کرتی ہوں۔ اس وقت ابراہیم
بولا کہ اے حسنیہ بیان کر وہ روایت کونسی ہے۔ اور کس طرح پر ہے۔ حسنیہ
نے کہا کہ سن روایت کی ہے مجاہد نے ابو عمر سے اور ابو سعید خدری سے کہ کہا ان
دونوں نے کہ ایکدن ہم خدمت رسول خدا صلعم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سلمان فارسی
آئے اور ابوذر غفاری اور مقداد بن اسود اور عمار بن یاسر اور حذیفہ بن الیمان
اور ابوالہیثم التیہان اور ابو الطفیل اور عامر بن واثلہ ہمراہ ان سب کے تھے یہ سب
خدمت بابرکت جناب رسول خدا میں آکر بیٹھ گئے۔ اور آثار ملال اور اندوہ کے انکے چہرہ سے
ظاہر تھے۔ ان سبھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ متوجہ ہو کر سنئے کہ بعضی باتیں
اہل بغض و حسد سے ہم بہ نسبت ابن عم یعنی آپکے بھائی کے ایسی سنتے ہیں کہ ہمکو نہایت ناگوار
گزرتی ہیں۔ اور بہت رنج ہوتا ہے۔ پس حضرتؐ نے فرمایا کہ کیا کہتے ہیں حق میں علیؑ ابن ابیطالبؑ

میرے بھائی کے انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا بزرگی اور
فضیلت ہے تمہارے پیشوا اور مقتدا علیؑ کو بمقابلہ دوسرونکے سبقتِ اسلام میں کسواسطے کہ
علیؑ اُس زمانہ میں طفلِ نابالغ تھے۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ میں تمکو خوش کروں۔ اور اس غم سے دور
کروں۔ اور یقین ہے کہ ایسے خوش ہوگے کہ روشن ہوجائینگے دل تمہارے قسم ہے مجھکو اس
خدا کی کہ جس نے مجھکو مبعوث برسالتؐ کیا ہے ایک نقل بیانکرتا ہوں میں تمسے کہ خدائے برتر میرے
نے مجھکو خبر دی ہے اس سے اور شاید کہ تم نے بھی کتب سابقہ میں دیکھا اور پڑھا ہوا اور وہ یہ ہے
کہ جسوقت ابراہیمؑ خلیل اللہ میرے باپ کو نمرود ملعون نے ملک سے نکالدیا تو منقول ہے کہ
جب وہ جناب پیدا ہوئے تو والدہ انکی نے وقت غروب آفتاب کے ایک پارچہ چھال درخت
کا انکو پہنایا اور کنارہ جوئبار پر انکو لے گئیں اور اسجگہ پر انکو رکھا پس اسوقت حضرت ابراہیمؑ
خلیل اللہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہاتھ اپنے منہ پر اور سر پر پھیرنے لگے اور کلمہ توحید ورد زبان
کیا۔ اور جس کپڑے میں آپ تھے اس سے منہ اور ہاتھ اپنا پاک و صاف کرنے لگے جب یہ
حال حضرت کی ماں نے دیکھا تو بہت ڈریں چنانچہ اس ماجرے کو اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں یوں فرماتا ہے
وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ فَلَمَّا
جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
الیٰ آخرہ الآیہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ ایسے ہی دکھلایا ہم نے فرشتگانِ آسمان
و زمین کو تاکہ ہووے اہل یقین سے۔ پس جب ہوئی اسکو رات اور دیکھے اُس نے
تارے چمکتے ہوئے کہا ابراہیمؑ نے کہ یہ ہے پروردگار میرا تا آخر معنی آیت کہ آخر
آیہ ہے۔ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور اے گروہ صحابہ جانو تم کہ موسیٰ
بن عمران کی تلاش میں فرعون ملعون تھا۔ اور شکم عورتوں حاملہ کے چاک
کرواتا تھا۔ اور لڑکوں کو مارتا تھا۔ کہ اگر موسیٰ شکم میں ہوں تو مارے جاویں
یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ متولد ہوئے۔ اور بر وقت پیدا ہونے حضرت کے

اپنی ماں سے کہا کہ اے مادر گرامی مجھکو ایک تابوت میں رکھکر دریا میں بہاوے۔ جب یہ کلام
کلیم اللہؑ سے انکی ماں نے سُنا تو وہ ڈریں۔ اور کہا کہ مجھکو اندیشہ ہے کہ تو دریا میں غرق ہو
اور ہلاک ہوجاوے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اے مادرِ مہربان کچھ خوف و اندیشہ نکر کہ اللہ تعالیٰ
مجھکو بچاویگا۔ اور صحیح و سالم تیرے پاس پہنچاویگا۔ پس اس وقت مادرِ گرامی حضرت
موسیٰؑ نے انکو ایک تابوت میں رکھکر پانی میں ڈالدیا۔ بقدرتِ خدا پانی نے حضرت
موسیٰؑ کو صحیح و سالم کنارہ پر پہنچایا اور پھر وہ حضرت اپنی ماں کے پاس پہنچے اور خدائے
تعالیٰ نے خبر دی انکی ماں کو اس حال سے چنانچہ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَلِتُصْنَعَ
عَلٰی عَیْنِیْ اِذْ تَمْشِیْ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤی
اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ الیٰ آخر الآیہ اور پھر جانو تم کہ خداوند جلیل حضرت عیسیٰؑ
کے باب میں فرماتا ہے۔ کہ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ
سَرِیًّا ۚ تا مقام نَسْیًا مَّنْسِیًّا پس حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں سے باتیں کرنے لگے۔
ور انحالیکہ انکی ماں نے طرف عیسےؑ کے اشارہ کیا۔ کہ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا كَیْفَ
نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ
نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔
یعنی خداوند عالم نے عالمِ طفولیت اور بچپنے میں عیسےؑ کو کتاب اور نبوت
ارزانی کی اور اس حال میں اس کو وصیت کی واسطے قائم کرنے نماز کے اور
دینے زکوٰۃ کے اور عیسیٰؑ تین روز کے تھے کہ متکلم ہوئے۔ اور یہ بھی تم
سُنو کہ خدائے تعالےٰ نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا۔ اور ہم پشت
آدمؑ میں تسبیح ذکر خداوند عالم میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ ہمکو نقل کیا
اللہ تعالےٰ نے اصلاب طاہر سے طرف ارحام پاکیزہ کے۔ چنانچہ جو تسبیح اور

پ ۱۶ ع ۱۰ سورہ طہٰ رکوع اول ۱۲ پ ۱۶ ع ۵ سورہ مریم رکوع دوم ۱۲

ذکر ہم رحموں اور پشتوں میں کرتے تھے۔ ماں باپ بھی ہمارے اسکو سنتے تھے ہر وقت
اور ہر عہد میں یہاں تک کہ ہم پشت عبد المطلب میں پہنچے۔ اور نور ہمارا ہمارے
باپ دادا کے چہروں سے روشن و ہویدا تھا۔ اسوقت تک وہ نور واحد میرا اور
علیؑ کا دو حصہ ہو کر آدھا حصہ صلب عبداللہ میں اور آدھا حصہ پشت ابوطالبؑ
میں گیا۔ تا یہ کہ ہم ماؤں کے پیٹ میں پہنچے۔ جب وہ زمانہ آیا کہ علیؑ متولد ہوئے
تو اسوقت جبرئیلؑ امین طرف رب العالمین سے میرے پاس آئے اور کہا کہ اے
حبیبؐ خدا خداوند عالم بعد تحفۂ درود کے مبارکباد دیتا ہے تمکو پیدائش علیؑ ابن
ابیطالبؑ تمہارے بھائی کی اور خدا فرماتا ہے کہ اے حبیبؐ میرے اب وقت
ظاہر ہونے تیری نبوت کا ہے۔ اور نزول وحی کا قریب پہنچا ہے۔ اور موئد کیا
میں نے تجھکو بجود و قوت تیرے بھائی اور وزیر اور وصی اور خلیفہ اور مانند تیرے
کے اور نام تیرا بسبب اس کے بلند ہوگا۔ اور نسل تیری اس سے قائم اور باقی
رہیگی۔ جب علیؑ پیدا ہوئے تو ماں نے علیؑ کی علیؑ کو میرے ہاتھوں پر رکھا
اور میں نے اس کو اپنی گود میں لیا۔ اس وقت علیؑ نے انگشتِ شہادت
اپنے دہنے ہاتھ کی اپنے کان پر رکھی اور میری رسالت کا اقرار کیا اور کہا
علیؑ نے کہ یا رسول اللہ کچھ پڑھوں میں۔ حضرت رسالت فرماتے ہیں کہ قسم
اس خدا کی کہ جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے علیؑ نے پڑھنا شروع کیا
ان صحیفوں کا کہ جو خدا تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور شیثؑ کو بھیجے تھے۔ اور اول
سے آخر تک ان صحف کو ایسا پڑھا کہ اگر شیث علیہ السلام ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ مجھ سے
زیادہ تر حافظ ہے۔ بعد اسکے توریت موسیٰؑ اور انجیل عیسیٰؑ اور زبور داؤد علیہم السلام کو
اس خوش الحانی سے پڑھا کہ اگر یہ صاحب کتب ہوتے تو انصاف کرتے اور داد دیتے
اور بعدہ فرقان کو پڑھا۔ کہ جسکو خداوند عالم نے مجھکو بھیجا ہے۔ جیسا کہ میں حافظ قرآن

ہوں علیؑ بھی حافظ اسی کا ہے۔ بعد ازاں علیؑ سے اور مجھ سے وہ گفتگو ہوئی کہ جو انبیا اور اوصیاء میں ہوتی ہے۔ بعد اس کے علیؑ نے طرف طفولیت کے رجوع کی اسوقت مینے علیؑ کو گود میں فاطمہؑ بنت اسد مادر علیؑ کے دیا۔ اے دوستو میرے تم دشمنوں کے کہنے پر کیوں رنجیدہ ہوتے ہو کیونکہ گفتار اہل شک اور شرک کا کچھ اعتبار نہیں تم اس بات پر رہو کہ میں سب نبیوں سے افضل اور اکمل ہوں اور علیؑ وصی میرا جملہ وصیوں سے افضل اور اعلےٰ ہے۔ اسوقت سلمان فارسی اور سب اصحاب کبار خوش ہوئے اور ہنستے ہوئے اٹھے۔ اور صلوات اور سلام محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پر بھیجنے لگے اور کہتے تھے۔ کہ نَحْنُ الْفَائِزُوْنَ ۳ یعنی ہم خلاصی پائے ہوئے ہیں آتش دوزخ سے اسوقت رسول خدا نے فرمایا کہ واللہ تم رستگار ہو اور بہشت خاص واسطے تمہارے پیدا کیا گیا ہے اور دوزخ واسطے دشمنوں تمہارے کے اور واسطے دشمنوں آقا اور صاحب تمہارے کے ہے جب کلام حسنیہ کا اس مقام پر پہنچا۔ تو ہارون اور اکثر علما اسوقت رونے لگے اور ابراہیم اسوقت قالب بیجان کیطرح خاموش تھا۔ اور طاقت کلام کی اسکو مطلق نہ تھی حسنیہ نے کہا کہ اے گروہ علما وائے شافعی وائے فلان و فلان اور چند عالموں کے نام لیکر کہا کہ تمکو قسم ہے خدا و رسول کی سچ کہنا اور بات نہ بنانا یہ روایت جو مینے بیان کی ہے آیا صحیح ہے اور تمہاری نظروں سے بھی گزری ہے یا نہیں۔ اکثر علماء جو حاضر تھے بولے کہ اے حسنیہ یہ حدیث ایسی نہیں ہے کہ اس کا کوئی انکار کر سکے حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم تو مقر ہے فضلیت پیغمبرؐ کا سب نبیوں سے وہ بولا ہاں حسنیہ نے کہا اے ابراہیم تو قائل ہے کہ خداوند جلشانہ نے علیؑ کو نفس رسولؐ صلی اللہ علیہ و آلہ کہا قرآن مجید میں اسجگہ پر کہ فرماتا ہے فَقُلْ پ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ اگر اس آیت میں تجھکو کچھ کلام ہو تو بیان کر کہ روبرو تمام مفسرین اور محدثین کے اسیوقت تجھپر ثابت کر دوں ابراہیم بولا

۳ پارہ سوم بعد ثلث سورہ آل عمران ۱۲

حاشا میں کب انکار کرسکتا ہوں قرآن کا حنیفہ نے کہا کہ اے دشمن دین والے عدوئے خاندان طیبین الطاہرین جبکہ تو قائل قرآن وحدیث ہے تو باوجودیکہ علی نفس رسول اور بھائی ہی کا ہے اور رسول افضل انبیاء ہے پس تو کس وجہ سے اعتبار نہیں کرتا ہے کہ علی علیہ السلام سابق الاسلام ہے اور افضل اوصیا ہے مانند ابراہیم خلیل اللہ کے کہ جد بزرگوار انکے تھے۔ اور موسیٰ اور عیسیٰ نے تو وقت ولادت اپنی کے کلام کئے اور خدا پر ایمان لائے پس کسواسطے تو نہیں مانتا ہے کہ علی علیہ السلام برادر رسول اور ابن عم رسول اور دین رسول نے علی سے قوت پائی اور خدا نے علی کو نفس رسول کہا اور کتنی ہی آیات قرآنی ان کے حق میں نازل ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے علی کو بنام ولی پکارا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایک ضرب علی کو دن جنگ خندق کے برابر عبادت جن و انس کے فرمایا۔ اور یہ حدیث تمہارے عالموں سے ہے اور یہ حدیث تمہارے ہی طریق میں وارد ہے اور تمہارے ہی کتب میں مذکور ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ وَاِلیٰ نُوْحٍ فِیْ تَقْوٰہُ وَاِلیٰ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ حِلْمِہٖ وَاِلیٰ مُوْسیٰ فِیْ ھَیْبَتِہٖ وَاِلیٰ عِیْسیٰ فِیْ عِبَادَتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔ اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کو کتنے ہی پیغمبر اولوالعزم کے برابر جانا اور تمہارا گمان بھی یہ ہے کہ طریقہ اہلبیت میں علی افضل ہے ہر ایک انبیاء و رسل سے اور اور بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ افضل ہے۔ تمام عالم سے پس کسواسطے تو مضائقہ کرتا ہے کہ ایمان طفل کا معتبر نہیں ہے اور اقرار نہیں کرتا ہے سابق الاسلام ہونے علی پر حالانکہ علی علیہ السلام نے ایام طفولیت میں مرتبہ امامت کا پایا ہے اور وصی رسول تھے۔ اور حافظ تھے کتابوں آسمانی یعنے توریت و انجیل و فرقان کے اور تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اس کلام پر کہ عَلِیٌّ لَمْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ اور ابی بکر نے چالیس برس کی عمر میں عبادت لات و عزیٰ چھوڑ کر زبانی اسلام ظاہر کیا اور حسن اعتقاد سے ہرگز موافقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ کی اور ہر حال میں مخالفت خدا و رسول کی کرتا

رہا - اور گوشت و پوست و خون اس کا ملا ہوا شراب اور گوشت خوک سے تھا باوجود
ان تمام قباحتوں کے انکو مومن جانتا ہے اور اسکے ایمان پر اعتبار کرتا ہے! اور نہیں اعتبار
کرتا ہے خاندان رسالتؐ پر کہ خدا تعالےٰ نے انکی عصمت اور طہارت پر گواہی دی عجب بغض و عداوت
ہے تمکو خاندان طیبین الطاہرین سے - بعد سننے اس تقریر بے نظیر کے ابراہیم بن خالد گویا مرض قولنج
میں مبتلا ہوا اور سر جھکا کر کہنے لگا - کہ اے حسنیہ اس مسئلہ سے میں درگزرا لیکن میرا اب یہ سوال
ہے کہ تو حق میں علیؑ اور عباس کے کیا کہتی ہے کہ جب ان دونوں نے باہم دعویٰ کیا تھا
بابت میراث پیغمبر خداؐ کے کہ ہر ایک کہتا تھا کہ حق میرا ہے اور واسطے انصاف اور فیصلہ اپنے
کے پاس ابی بکر کے گئے اور جب دو متخاصمین باہم نزاع کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ ایک انمیں
سے حق پر ہو اور دوسرا باطل پر اور غرض ابراہیم کی اس سوال سے یہ تھی کہ اگر حسنیہ یہ کہتی ہے کہ
دعویٰ عباس کا ناحق تھا تو ماری جاویگی کیونکہ ہارون عباسی ہے اور اگر یہ کہتی ہے کہ علیؑ
علیہ السلام باطل پر تھے تو اس کے مذہب کا بطلان ہوگا - اور اپنے دعویٰ میں جھوٹی ٹھہریگی
حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اس تیرے سوال کا جواب خود قرآن مجید سے حاصل ہے -
ابراہیم نے کہا وہ کونسا ہے حسنیہ نے کہا کہ جس مقام پر حق تعالےٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو خطاب
فرمایا ہے - کہ هَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ
فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ
وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ
نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ٥ اکثر
تفسیروں میں وارد ہے کہ وہ دو جھگڑنے والے جو روبرو حضرت داؤد کے آئے تھے ایک
جبرئیل تھے اور دوسرے میکائیل اور حاکم وقت داؤدؑ تھے پس اے ابراہیم تجھسے پوچھتی ہوں کہ
انمیں حق پر کون تھا - جبرئیل یا میکائیل یا دونوں اپنے دعوے میں جھوٹے تھے! ابراہیم نے کہا کہ جبرئیل
و میکائیل دونو حق پر تھے اور سہو داؤدؑ کا تھا واسطے تنبیہ اور آگاہی داؤدؑ کے آئے تھے حسنیہ نے

سورہ ص پارہ سوم و بیست ۱۲

کہا اللہ اکبر پس علیؑ و عباس دونوں حق پر تھے! ور سہو ابی بکر کا تھا۔ تنبیہاً ابو بکر کے پاس آئے
اور دعویٰ کرنا میراث کا ایک بہانہ تھا۔ علیؑ کہتے تھے کہ میراث نبیؐ حق میرا ہے اور میں ابن عم ہوں اور
بھائی و داماد و وصی پیغمبرؐ ہوں! اور بضعۃ الرسولؐ یعنی دختر پیغمبرؐ میرے گھر میں ہے اور حسنؑ اور
حسینؑ کہ سردار ہیں جوانان بہشت کے فرزند میرے ہیں اور نفس رسولؐ بموجب آیت اَنْفُسَنَا
وَ اَنْفُسَکُمْ کے میں ہوں اور عباس نے دعویٰ کیا کہ مالک میراث رسولؐ کا میں ہوں کہ میں چچا
ہوں اس کا۔ جب یہ گفتگو ابی بکر نے ان دونوں حضرات سے سُنی تو کہا واللہ میں نے پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ سے سُنا ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ علیؑ وصی اور وارث ہے میرا اور قاضی ہے دین میں
میرے کا۔ جب یہ کلام ابی بکر کی زبانی عباس نے سُنا تو بیتاب ہو گئے اور کہا کہ اے ابی بکر جب یہ
کلام خود تو نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے سُنا ہے تو کس واسطے تخت خلافت پر ہو بیٹھا اور حق
علیؑ کو ضائع کیا اور کیوں مخالفت قول رسولؐ خدا کی تو نے کی۔ جب ابو بکر نے جانا کہ یہ تو مجھی
کو الزام دینے آئے ہیں اور دعویٰ میراث کا محض بہانہ ہے کہنے لگا کہ تم تو مجھ سے ہی جھگڑنے
کو آئے ہو۔ غرضؔ اسی طرح کی دو چار باتیں بنا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور چلا گیا۔ ابراہیم نے جو یہ گفتگو
سُنی کہنے لگا کہ اے حسنیہ اس مسئلہ سے بھی میں درگزرا۔ اب پوچھتا ہوں کہ عباس افضل تھے
یا علیؑ۔ حسنیہ نے کہا کہ تو ہی بیان کر کہ حمزہ افضل تھے یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ کیا بحث
کرتا ہے تو عباس اور علیؑ میں۔ اگر عباس افضل تھے تو فخر علیؑ کو تھا کہ جسکا ایسا چچا ہو اور
اگر علیؑ افضل تھے تو فخر عباس کو تھا کہ جسکا ایسا بھتیجا ہو۔ ہارون رشید فصاحت و بلاغت حسنیہ
کی سُنکر حیران و متحیر ہو گیا اور ابراہیم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ حیف ہے تیرے
اس علم و فضل سے کہ جو آج تجھ کو حاصل ہے۔ پس حسنیہ نے عرض کیا کہ اے خلیفہ میں
نے تراسی سوالوں کا جواب دیا۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں۔ اگر
جواب ملے گا قائل ہو جاؤنگی۔ ہارون نے کہا سوال کر اور پوچھ جو کچھ تجھکو پوچھنا ہے،
حسنیہ نے پوچھا کہ اے ابراہیم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وقت انتقال کے

وصی اپنے طرف سے مقرر کیا یا نہیں ابراہیم نے جواب دیا کہ وصی مقرر نہیں کیا۔ حسنیہ نے
کہا کہ خطا کی یا صواب اور جو کچھ خلفائے سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہے وہ اچھا کیا یا
بُرا پس خطا کی پیغمبرؐ نے یا اصحاب نے۔ ابراہیم خاموش مثل خرلنگ پادر گل افتادہ کے
چُپ رہ گیا۔ کسواسطے کہ اگر کہتا ہے کہ خطا کی پیغمبرؐ نے تو نقصان شریعت اور دین کا لازم آتا
ہے اور جو کہتا ہے کہ اصحاب نے خطا کی تو مطلب حسنیہ کا ثابت ہوتا ہے اور بطلان مذہب
ابراہیم کا اور اسمیں دہشت مارے جلانے اسکے کی تھی۔ اس سوال کو سنکر دریائے فکر واندیشہ
میں ڈوب گیا اس وقت جماعت حاضرین جلسہ کو معلوم اور ثابت ہوا کہ ابراہیم عاجز ہو گیا
اور اب حالتِ اضطرار میں ہے۔ تمام خلائق ایکبارگی قہقہہ مار کر ابراہیم کو طعن اور تشنیع
کرنے لگے۔ اور ایکبارگی آوازِ غُل بلند ہوئی۔ کہ ایسا ایک عالم زبردست اور فاضل جیّد
ایک کنیز سے قائل ہو گیا۔ اور عہدہ بر آنہ ہو سکا۔ ہارون رشید نے ابراہیم کو پریشان حواس
پاکر اپنے وزیر یحیٰی برمکی سے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ بہت روز تک مسئلہ قضا و قدر اور افعال
بندگان میں بابت خیر و شر کے علماء بغداد اور بعض علماء بنی ہاشم اور فقہا حلہ میں بحث و
مباحثہ رہا تھا۔ ابراہیم سے پوچھ کہ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔ اور ہارون ہمیشہ اس مسئلہ
میں متردد رہتا تھا۔ ہرچند علمائے اہلسنت دلائل اس کے خدمتِ ہارون میں
عرض کرتے تھے ولیکن اطمینان اس کا نہ ہوتا تھا۔ اور اصل غرض ہارون کی یہ تھی کہ
دیکھیں حسنیہ اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے۔ یحییٰ نے موافق اشارہ ہارون کے ابراہیم
سے سوال کیا کہ تو کیا کہتا ہے اے ابراہیم مقدمۂ خیر و شر اور نفع و ضرر میں کہ جو
بندوں سے واقع ہوتا ہے۔ اور گناہ اور کفر اور ظلم کہ جو انھوں سے ظاہر ہوتا ہے
پس یہ معاصی اور خطا بندوں کی طرف خدا کے نسبت دیتا ہے یا قضا و قدر اسکی
سے ہے یا بندہ کو اپنے فعل کا اختیار ہے چنانچہ اعتقاد بنی ہاشم اور ان کے
تابعین کا ہے کہ مطیع مستحق ثواب کا ہے اور عاصی مستحق عذاب و عقاب کا ہے

یا نہیں ہے۔ تیرے نزدیک کیونکر ہے ابراہیم نے جواب دیا کہ اعتقاد میرا اس مسئلہ میں یہ ہے
کہ نفع اور ضرر اور خیر و شر موافق قضا و قدر خداوند عالم کے ہے کہ پیدا کرنیوالا آدم اور ہابیل
اور قابیل کا ہے۔ اور پیدا کرنیوالا ابلیس کا بھی وہی ہے اور پیدا کرنیوالا آب اور آتش اور بہشت
اور دوزخ اور موت اور زندگی اور صحت اور مرض اور کفر اور طاعت اور گناہ کا بھی وہی ہے
اور پیدا کرنیوالا محبت اور عداوت ابراہیم اور نمرود کا اور موسیٰ اور فرعون کا اور ہارون
اور ہامان کا اور محمدؐ اور ابوجہل کا اور کافر اور مسلمان کا خدا تعالیٰ ہے اور سب خیر و شر
قضا و قدر اسکے سے ہے لیکن شرور یعنی بدیاں اور برائیاں بے رضامندی حکم قضا و قدر اس
کی کے ہے۔ حسینیہ نے جو اس قسم کے مہملات اسکے سنے تو تاب و طاقت صبر کی نہ لا سکی اور
کہا کہ اے ابراہیم خدا سے شرم کر اور یہ کفر اور زندقہ نسبت اپنی اور سب مسلمانوں کے
روا نہ رکھ اور خدا سے ڈر کہ واسطے ابلیس کے حجت اور دلیل قائم کرتا ہے ذرا ہوش
میں آ اور عقل کو اپنا رفیق کر تجھکو اور جو تجھ سے پہلے اس عقیدے پر تھے انکو قائل
کرنا کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ بلکہ نہایت آسان ہے۔ چونکہ پہلے تو نے کہا کہ شر و عصیان
اور کفر اور فسق قضا و قدر خدا سے ہے ولیکن بے رضامندی اسکی کے نہیں ہے اور
یہ کلام تیرا خالی از دہریت اور محالات کے نہیں ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی
خود حکم دے اور اس اپنے حکم پر راضی نہو۔ بسبب عجز اور خوف کے یا بسبب ریاکاری
اور مکاری کے اور ذات مقدس باری تعالےٰ کی ایسی صفات سے پاک و
صاف ہے۔ اے ابراہیم یہ باتیں اس قسم کی اس واسطے بنائی ہیں ان لوگوں نے
جو تجھ سے قبل اس عقیدے پر تھے۔ کہ شاید کفر اور زندقہ ہمارا اور ہمارے
پیشواؤں اور مقتداؤں کا ان باتوں سے رفع ہو جاوے۔ اور کسی پر ظاہر نہ ہو اور
تعجب ہے تمہارے اعتقاد پر کہ شر اور گناہ اور فسق اور کفر سب قضا و قدر اور
رضائے خدا سے ہے اور پھر خود ہی اس عقیدہ سے شرمندہ ہو ابراہیم نے کہا کہ اے حسینیہ

تو کلامِ خدا کو صحیح نہیں جانتی ہے حسنیہ نے جوابدیا کہ واللہ میں کلامِ خدا کو صحیح جانتی ہوں
اور تفسیر اور تاویل مشکلات قرآن مجید کے مینے پڑھے ہیں ان بزرگوں سے کہ قرآن
شریف جنکے حق میں اور انکے جدّ بزرگوار کے حق میں نازل ہُوا ہے ابراہیم بولا کہ اے حسنیہ
تو کیا کہتی ہے اِس قول خدا میں کہ فرماتا ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اسی طرح دوسری آیت میں فرماتا ہے يُضِلُّ مَنْ
يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اور پھر اسی طرح فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا هَا
كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا۔ معنی آیت اوّل کے یہ ہیں کہ تمام چیزیں طرف خدا تعالےٰ سے
ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہر شے کا ہے۔ اور صاحب قدرت ہے اور معنی
آیت دوسری کے یہ ہیں کہ گمراہ کرتا ہے جس کسی کو چاہتا ہے۔ اور ہدایت کرتا
ہے جس کسی کو چاہتا ہے۔ اور معنی آیت تیسری کے یہ ہیں۔ کہ اگر چاہیں ہم ہر نفس کو
ہدایت کریں۔ اور اسی طرح فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى
اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ یعنی مُہر کردی ہے خدا تعالےٰ نے دلوں پر ان کے اور کانوں
پر ان کے اور آنکھوں پر انکی کہ ایک پردہ پڑا ہُوا ہے کہ بسبب اسکے ایمان نہیں لاسکتے ہیں
اے حسنیہ کیا اعتقاد ہے تیرا ان آیات پر احکامات قرآنی کے بارہ میں اور ان آیات
اور احکامات کو حق جانتی ہے یا نہیں حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم آیہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ج جسکو تو اپنی حجّت اور دلیل
پر گواہ لایا ہے اب تو سُن کہ اکثر آیاتِ قرآنی محمول اور مأوّل ہیں ان وجوہات پر
کہ جو مطابق اور موافق قضایا عقل کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے۔
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج اگر تو ظاہر معنی اس آیت پر حکم کرے۔ تو لازم آتا ہے
کہ خالق سب چیزوں کا اللہ تعالےٰ ہی ہووے اور یہ مذہب ابلیس کا ہے جاننا
چاہئے کہ قرآن شریف میں كُلٌّ کبھی بمعنی بعض کے آئے ہیں جیسا کہ قصہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ

سلہ پارۂ پنجم ورد رکوع ۱۲
سلہ پارہ پارہ بعد ثلث سورۂ نحل ۱۲
سلہ پارہ پارہ بعد ثلث سورۂ ہود ۱۲
سلہ پارہ اوّل رکوع اول ۱۲
سلہ پارہ پنجم سورۂ نساء رکوع سلہ پارہ سوم سورۂ بقرہ رکوع

میں مذکور ہے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا اور یہ سب اہل عقل پر ثابت ہے
کہ کوہ الوند اور کوہ دماوند اور کوہ قاف اُسجگہ نہ تھا۔ اور اسی طرح سے قصّۂ بلقیس میں خدا
تعالیٰ فرماتا ہے کہ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ اور تمام عقلا جانتے ہیں کہ بادنجان
اور شلغم اور ہوزر دک نہ تھے پس معنی کل کے یہ ہیں کہ جو چیز کہ ناقص ہے وہ ثبوت معقول اللّیت
اسکی کا نہیں کرسکتے۔ کیونکہ خالق آسمان و زمین اور عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور جن
اور انس اور ملائک اور اصول فروع اور تمام نعمتوں کا حق تعالےٰ ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ
پاک اور منزہ ہے پیدا کرنے کفر اور فعل فساد اور ظلم اور گناہ اور مثل اسکی سے اور یہ جو خدا ئے
تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ پس جاننا چاہیے کہ ہدایت
کے معنی بہت آئے ہیں اور رجوعیت سب معنوں کی طرف دو معنی کی ہے ایک بمعنی ارشاد
کے ہے اور دوسرے بمعنی لطف کے ہے۔ اور یہ دونوں معنی عموماً ہیں نسبت مومنین اور
کافرین کے اور سب مکلفین کے واسطے اور سُن اے ابراہیم جو کچھ احسان حقتعالیٰ نے
واسطے مومنین کے کیا ہے۔ الطاف و ارشاد یعنی بھیجنا رسولوں اور قدرت اور قوت
اور عقل کا اور وہی پہلے نصیب حق کفار میں بھی کیا ہے کسواسطے کہ اگر کافروں کے حق میں
نہ کرتا تو ان کی طرف سے خدائے تعالےٰ پر حجت قائم ہو جاتی اور وہ یہ کہتے کہ
اے خُدا تو نے ہمارے دلوں اور آنکھوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور
خود ہی تو نے طاقت جاننے اور سُننے اور دیکھنے راہِ راست کی ہمکو نہیں دی ہمارا
کیا گناہ ہے۔ پس خدائے تعالےٰ پر جانب کفار سے الزام عائد ہوتا ہے اور اللہ
تعالےٰ قرآن مجید میں بتصریح فرماتا ہے۔ کہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى
اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ یعنی میں نے یہ سب کچھ اس واسطے کیا ہے
کہ تا آدمیوں کو مجھ پر حجت نہ رہے۔ اور سب پر حجت جانب خدا سے ہووے
جیسا کہ خود فرماتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ یعنی واسطے خدا کے حجت بزرگ

پارہ ۱۴ النحل ع ۱۲
پارہ ۱۹ النمل ع ۱۲
پارہ ۶ ورد ربع اول ۱۲
پارہ ۸ سورۃ الانعام رکوع ۱۸

ہے اے ابراہیم خدائے تعالیٰ نے ہر جگہ ذکر ہدایت کا کیا۔ لیکن وہ ساتھ شرط
کے ہے۔ اور ہدایت سے مراد زیادتی الطاف و مہربانی ہے کہ تا واجب ہو جائے
خدائیتعالیٰ پر دکھلانا راہ بہشت کا ان لوگوں کو کہ جو گنہگار ہیں اور اگر وہ چاہے۔ تو
اپنے فضل و کرم سے انکی خطا سے درگزرے۔ اور راہ بہشت انکو دکھلائے اور
داخل بہشت کرے۔ اور اے ابراہیم اضلال کے بھی بہت معنی ہیں اور معنی اصلی اسکے
ہلاکت کے ہیں اور نزدیک خدائیتعالےٰ کے اضلال بمعنی ہلاک و عذاب کے ہے چنانچہ
فرماتا ہے یُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِينَ یعنی عذاب و عقاب کریگا خدائے تعالےٰ
ظالموں پر بسبب گمراہی ظالموں اور کافروں کے اور جو اسجگہ پہ اضلال بمعنی گمراہ
کرنے کے ہوتے تو گمراہونکو گمراہ کرنا بیفائدہ تھا۔ اور یہ محال ہے یعنی مشکل ہے
اور یہ ہو نہیں سکتا اے ابراہیم یہ معنی جسکی نسبت تو طرف خدا کے کرتا ہے خدا
تعالےٰ نے اس معنی کو حوالہ اپنے نہیں کیا بلکہ اپنے سوائے دوسرے کا حوالہ
فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ
هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ یعنی شیطان تم میں سے بہتوں کو گمراہ
کرے۔ اور سند اسکی طرف فرعون کے بھی کی گئی ہے کہ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ
وَمَا هَدَىٰ یعنی اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو پس جبکہ خداوند عالم خود
بندونکو گمراہ کرتا تو سند اسکی طرف دوسرے کے نہ کرتا اے ابراہیم یہ معنی
جو تو بیان کرتا ہے کہ خدائے تعالےٰ تمام کافرونکو گمراہ کرتا ہے یہ محض دروغ اور
افترا اور کفر ہے کہ خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ پس لازم
ہے تاویل کرنا ان آیات کا کہ جسجگہ اضافت گمراہی کی طرف خدا کے ہے جیسے يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ
وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ہے یعنی گمراہ کرتا ہے خدائیتعالےٰ جس کسی کو چاہتا ہے اور جب اثر لطف کا
اسمیں نہو وے اور پھر خدائیتعالےٰ بسبب کفر اور خطا کے اپنے بندہ کو منسوب کرے اپنی طرف مثلاً

پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۱۲

پارہ ۲۳ سورہ یٰس ۱۲

پارہ ۲۵ سورہ زخرف ۱۲

پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ بعد ۱۲

پارہ ۱۴ سورہ نحل رکوع ۱۴ ۔ ۱۲

توکہے کہ اضلال کیا ہے یعنی گمراہ کیا ہے۔ پس گمراہی اپنی جانب سے ہے نہ طرف خدا سے ہے اور اے
ابراہیم آیہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ جسے مطلب
یہ ہے کہ اضافت مُہر کی دل اور گوش پر اور اضافت پوشش کی چشم پر طرف اپنی کی ہے۔ بطور
تمثیل کے یعنی جنہوں نے کہ مقام کیا ہے کفر پر مانند ان آدمیوں کے ہیں کہ ایمان نہ لا سکیں گویا
خدا تعالیٰ نے واسطے انہوں کے یہ بات پیدا کردی ہے اور مُہر اور چھاپ مانع ایمان نہیں ہے
کس واسطے کہ اگر یہ مانع ہوتی تو خدا تعالیٰ نہ فرماتا کہ بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْہَا بِکُفْرِہِمْ فَلَا
یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا اے ابراہیم تیرے اعتقاد کے موافق لازم آتا ہے کہ دعوتِ انبیاء
مذموم اور قبیح نہ تھی۔ اور خدا پر لازم تھا کہ اپنے رسُول کو خبر دیتا کہ فلان اور فلان پر دعوت کرنا
کہ یہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے کس واسطے کہ میں انکا صاحب ایمان ہونا نہیں چاہتا ہوں اور مُہر
دلوں اور کانوں پر انہوں کے لگادی ہے۔ تا دعوت رسُول کی بیفائدہ اور عبث نہ ہووے
اے ابراہیم جسقدر ہدایت اور رہنمائی کہ حضرت پروردگار نے مومنوں کو کی ہے اسیقدر واسطے کافروں
کے بھی کی ہے۔ اور قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا
کَفُوْرًا یعنی ہمنے دونوں کو راہنمائی کی شاکر کہ مومن ہے اور کفور کہ کافر ہے جب خدا تعالیٰ
نے یہ فرمایا پس کیونکر کہا جاوے کہ خدا تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ہدایت نہیں کی ہارون رشید
اگرچہ مخالف مذہب تھا ولیکن جسوقت یہ مسئلہ زبانی حسنیہ کے اس نے سُنا بحث حسنیہ کی اسکو
بہت پسند آئی اور نہایت خوش ہوا ابراہیم نے حسنیہ سے کہا کہ تو کیا کہتی ہے۔ اس
آیت میں کہ ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین سے کہا اور قرآن شریف میں صریح
وارد ہے کہ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی
پرستش کرو تم اس چیز کی کہ جس کو خود بناتے ہو۔ حالانکہ خدا نے تعالیٰ نے پیدا کیا ہے
تم کو اور عمل تمہارے کو۔ حسنیہ ہنسی اور بولی کہ واللہ تم کو اعتقاد قرآن پر بھی نہیں
ہے۔ اس واسطے کہ تم تاویل آیات قرآنی اور کلام ربانی کی موافق اور مراد اپنی

ع پارہ ۲۳ سورۂ والصافات رکوع ۳ ایضاً ۱۲
ع پارہ ۲۹ رکوع ۱ سورۂ دہر ۱۲
ع پارہ ۶ سورۂ النساء ۱۲
ع پارہ ۱ رکوع ۱ ۱۲

کے کرتے ہو۔ ابراہیم نے کہا کہ اکثر مفسرین اور تابعین کا قول ہے کہ ما مادہ مصدری ہے
اور تقریر کلام وہ ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَ عَمَلَکُمْ یعنی خدائے تعالے نے خلق کیا تم
کو اور عمل تمہارے کو۔ حسینیہ نے کہا کہ اے ابراہیم دلیل بطلان کلام تیرے کی قول
حق سبحانہ تعالے کا ہے۔ کہ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ نزول آیت تعریف اور
ملامت پر ہے یعنی پرستش کرتے ہو اس چیز کی کہ جسکو خود تم نے اپنے ہاتھ سے
بنایا ہے۔ اور خدا نے پیدا کیا ہے۔ تم کو اور وہ چیز کہ جس سے تم نے بنایا ہے اس
بُت کو یعنی چوب وغیرہ سے۔ اور اگر مراد وہ ہوتی کہ خدا نے فعل اور عمل تمہارے
کو پیدا کیا ہے۔ یہ آیت عذر ہیں کافروں کے ہوتی اور خدائے تعالے عذر کرتا واسطے
کافروں کے بہ سبب اس عمل کے کہ کرتے تھے۔ یہ ایک قضیہ اور جھگڑا ہو جاتا کیونکہ
اوّل کلام ملامت پر انہوں کے ہوتا۔ اور آخر کلام عذر میں انہوں کے۔ پس یہ جمع
بین النقیضین ہوتا۔ اور مضمون اس آیت کا یہ ہے۔ کہ یہ بُت پرست اور بُت
تراش تھے۔ اور اسمیں کچھ خلاف نہیں ہے۔ کس واسطے کہ خدائے تعالے نے فرمایا
کہ تمکو اور جسکی تم پرستش کرتے ہو۔ یعنی بتوں کی کہ خود تم نے انکو بنایا ہے۔ خدا نے
پیدا کیا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ مَا تَنْحِتُوْنَ ممکن ہے کہ ما موصولہ ہو اور
ہو سکتا ہے کہ نکرہ موصوفہ ہو۔ اور وَمَا تَعْمَلُوْنَ موصولہ ہے بمعنی الّذی کے
اور اگر ہم گمان کریں۔ اس چیز پر کہ جس سے مراد تمہاری ہے تو مناقضہ
ہو جاوے۔ اور دوسرے یہ ہے کہ حضرت باری تعالے نے نسبت اور اضافت
عمل کی طرف انہوں کے کی کہ اگر فعل خدا کا ہوتا تو نسبت اضافت اسکی طرف
بندہ کے نہ کرتا جو کہ اضافت طرف بندہ کے فعل بندہ کا ہوا نہ فعل خدا بوجہ
اس کے کہ عقلاً اور شرعاً اضافت فعل اور نسبت اسکی اس کے فاعل کو
کرتے ہیں۔ اے ابراہیم اعتقاد تمہارا یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ کافر معصیت

کرے اور نہیں چاہتا ہے کہ طاعت کرے۔ اور یہ اعتقاد تمہارا مستلزم اشیاء شنیعہ کا ہے
کسواسطے کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ فاعل قبائح اور کفر اور خطا اور ہر فساد کا ہے کہ جو دنیا میں
واقع ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ یہ سب اسکی قضا و قدر سے ہے اور تمہارے کلام سے لازم
آتا ہے کہ خدا تعالیٰ جملہ ظالموں سے ظالم زیادہ ہے۔ کسواسطے کہ عذاب کرنے کافر کو بسبب
اس کفر کے کہ خود اسمیں مقدر کیا ہووے۔ اور جو حق تعالیٰ نے کفر کو کافر میں پیدا کیا ہو اور
اسمیں قدرت پیدا کرنے ایمان کی نہ ہووے۔ تو بعد اس سے اسکو عذاب کرے بسبب اس کفر
کے کہ خود اسمیں خلق کیا ہو۔ مثلاً بندۂ حبشی کو عذاب اور عقوبت کرے کہ رنگ تیرا سیاہ
کیوں ہے تو لازم آتا ہے۔ کہ رنگ اس کا سفید ہو یا مثلاً کسی بندہ طویل القامت کو
عذاب کرے کہ تیرا قد لمبا کیوں ہو گیا ہے چاہئے کہ قد اس کا کوتاہ ہو جاوے۔ اور اسی طرح
ایک لڑکے کو ہاتھ اور پاؤں باندھکر پانی میں ڈالا جاوے۔ اور جب اس کے کپڑے
پانی سے تر ہوں تو اسکو پانی سے باہر نکالکر ماریں کہ تو نے اپنے کپڑے پانی میں کیوں
بھگوئے پس یہ ظلم صریح ہے۔ اے ابراہیم اگر خلق کو کافر میں اور خلق فسق فاسق
میں اور خلق ظلم ظالم میں کیا ہووے تو انقطاع حجت نبیوں کا اور الزام رسولوں پہ
عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ جو نبی کافر سے کہے کہ تو ایمان لا خدا پہ کہ خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ
تجھکو طرف ایمان کے دعوت کروں اسوقت نبی کے جواب میں کافر یہ کہے کہ اگر
خدا تعالیٰ نے تجھکو بھیجا ہے۔ کہ تو مجھکو طرف ایمان کے دلالت کرے تو چاہئے کہ
مجھ میں ایمان پیدا کرے۔ یا مجھکو قوت موثرہ دیوے۔ تو میں ایمان لاؤں ورنہ
مجھ کو تکلیف ایمان کی کیونکر کرد گے۔ کس واسطے کہ مجھکو قدرت ایمان لانے
کی نہیں ہے مجھ میں تو کفر پیدا کیا ہوا ہے۔ پس حجت نبی منقطع ہو جائے اور نبی
عاجز ہو کر جواب کافر کا نہ دیسکے۔ اے ابراہیم جس حالت میں کہ خدائے تعالیٰ
نے کافر میں کفر خلق کیا ہو۔ اور پھر اسکو تکلیف ایمان لانے کی دیوے۔ تو یہ

تکلیف مالایطاق ہوئی اور یہ عقلاً اور شرعاً قبیح اور مذموم ہے۔ اور تکلیف مالایطاق کی یہ مثال ہے کہ مثلاً کسی آدمی کو یہ کہا جاوے کہ ہوا میں اُڑ اور وہ نہیں اڑ سکتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں صاف فرماتا ہے۔ کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا اور پھر فرماتا ہے کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ اور مثال اس کی بہت ہیں۔ اے ابراہیم جائز نہیں ہے کہ حقتعالیٰ کفر کو کافر میں خلق کرے۔ اور کہے کہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ اور خود خالق حق و باطل ہو اور کہے کہ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور انہوں کو اپنے سے دور کرے اور پھر اپنے پاس بلاوے۔ اور کہے کہ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اے ابراہیم اگر کفر کو کافر میں حقتعالیٰ نے پیدا کیا ہووے تو لازم آتا ہے کہ کافر مطیع اور فرمانبردار خدا کا ہو کیونکہ جب خدا نے کفر کو کافر میں خلق کیا تو گویا اس سے کفر کو چاہتا ہے۔ پس جو مراد خدا کی تھی کیا وہ مطیع تھا۔ اور معاذاللہ نبی گنہگار اور عاصی ہوا۔ کیونکہ کافروں کو طرف ایمان کے حکم کرتا ہے۔ اور کفر سے منع کرتا ہے۔ کس واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے تو اسمیں کفر پیدا کیا ہے۔ ایمان کو وہ اس سے نہیں چاہتا۔ پس تمہارے زعم میں نبی تو عاصی ہوا اور کافر مطیع ہوا اے ابراہیم تمہارے قول کے موافق لازم آتا ہے۔ عدم رضا ساتھ قضا و قدر خدا کے بوجہ اسکے کہ بموجب مسئلہ اجماع کے رضا بکفر حرام ہے۔ اور رضا بقضا و قدر خدا پر واجب ہے۔ پس اگر کفر موافق قضا و قدر خدائے تعالیٰ کے ہو تو واجب ہوا ہم پر راضی ہونا کفر پر اور یہ کفر ہے اور اے ابراہیم اس اعتقاد تمہارے سے لازم آتا ہے بیکار ہونا حدود اور قصاص اور زواجر شرعیہ کا گناہوں اور معاصی پر کیونکہ اگر زنا اور لواطہ اور چوری اور شراب خواری اور خون ناحق اور سب گناہ از قسم قمار و نرد و شطرنج وغیرہ کہ جو واقع ہوتے ہیں یہ سب بہ ارادہ

پارہ ۳ - آخر سورہ بقرہ ۱۲

پارہ ۵ ربع در شروع ۱۲

پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۳ ~ ۱۲

پارہ ۵ دور بعد ربع رکوع ۱۲

قضا و قدر خدائے تعالےٰ کے ہوتے ۔پس حاکم شرع کو جائز نہیں ہے کہ منع کرے ان
گناہوں کے کرنے والے کو کس واسطے کہ جو کچھ مراد خدا کی ہے اس سے منع نہیں کر سکتا
اور حکم کرے واسطے اس چیز کے کہ جو موافق مرضی خدا کے نہوا ور دوسرے یہ لازم
آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہنے والا نقیضین کا باین وجہ کہ معصیت مراد اسکی ہے
اور خود ہی اس نے مقدر کی ہے ۔اور امر و نہی اور یہی زجر و منع معاصی سے مُراد
اسکی ہے اور وہی حکم کرے واسطے جاری کرنے حدود اور تعزیرات کے پس اجماع
بین النقیضین لازم آتا ہے ۔ اے ابراہیم ابو شعشہ روایت کرتا ہے کہ ایک چور
کو عبد اللہ بن عباس کی مجلس میں لائے ۔اور عبد اللہ نے واسطے کاٹنے ہاتھ چور
کے حکم دیا ۔اسوقت حاضرین مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
قَضَاءِ السُّوْءِ یعنی پناہ چاہتا ہوں میں حکم بد خدائیتعالےٰ سے ۔عبد اللہ بن عباس نے
غصہ ہوکر کہا کہ لِقَوْلِكَ اَعْظَمُ مِنْ قَضَاءِ السُّوْءِ یعنی گناہ تیرے کہنے کا زیادہ
تر ہے چوری کرنے اس کے سے اور اس شخص کو مجلس سے نکالدیا اور حکم کیا کہ اسکو
ماریں ۔اور توبہ کراویں ۔جو ہارون نے حسنیہ سے یہ کلام سُنا تو بہت خوش اور راضی
ہوا اِسواسطے کہ عبد اللہ بن عباس اجداد ہارون میں سے تھے ۔حسنیہ نے کہا کہ
اے ابراہیم اگر خالق کفر اور معاصی اللہ تعالےٰ ہے تو چاہئے کہ کچھ فرق نہو نزدیک
ہمارے اور اس آدمی کے کہ جس نے اپنی تمام عمر میں ہمارے ساتھ طرح طرح کی
نیکیاں کی ہوں ۔ اور درمیان اس آدمی کے کہ جس نے طرح طرح کے ظلم اور
جور ہم پر کئے ہوں ۔پس اس حساب سے وہ ہم سے اچھا نہ ہوا اور شکر نیکی کرنے
والے کا اور مدح اس کے نیکی کی نہ ہووے ۔بلکہ جائز نہ ہووے مذمت بدی کرنے
والے کی کس واسطے کہ اگر نیکی کرنیوالا اور بدی کرنے والا فاعل مختار نہووے
تو بلاشک مدح اور ذم انہوں کی طرف اُن کے راجع نہ ہووے گی ۔ جاننا چاہئے

کہ عوض فعل زید کے عمر کی مدح نہیں کرتے ہیں۔ پس مدح اور ذم کہ وصف فعل کا ہے۔ ہمارے ساتھ راجع ہے۔ لازم ہے کہ نفس فعل ہمارے کا بھی طرف ہمارے راجع ہووے۔ اور بھی اس تقدیر سے بھیجنا رسولوں کا اور نازل کرنا کتابوں کا اور بہشت اور دوزخ جملہ بے فائدہ اور عبث ہووے۔ اے ابراہیم یہ مذہب ابلیس کا ہے کہ اس نے کہا رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ اور جو کہ تم اہل جبر میں سے ہو واسطے ابلیس کے دلائل قائم کرتے ہو۔ اور ان عقائد کو بنی اُمیہ اور تابعین بنی امیہ نے علماء اور اصحاب حدیث سے کہ جو تابع اس قوم کے تھے ابلیس سے حاصل کیا ہے اور دین کو عوض دنیا کے بیچا اور تم لوگ بھی تابعداری اسی گروہ کی کرتے ہو۔ جب حسنیہ نے سلسلہ کلام مباحثہ کا اس مقام پر پہنچایا تو اسوقت ابراہیم اور دیگر علمائے بغداد نے جو حاضر جلسہ تھے یکبارگی شور و غل بلند کیا اور پکارنے لگے کہ اے کنیز کہاں تک مذہب اسلام پر طعن کریگی۔ اور نزدیک تھا کہ قصد قتل حسنیہ کا کریں۔ ہارون اس ماجرہ کو دیکھکر غصہ ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اے ابراہیم تمکو خدا سے شرم نہیں آتی ہے۔ کہ ایک کنیزک دلائل اور براہین سے تمہاری تکفیر کرتی ہے اور تم عاجز ہو رہے ہو۔ اور تم سے کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ اور باوجود قائل ہوسکنے کے بھی اس سے سختی کرتے ہو۔ حسنیہ نے کہا کہ اگر مناظرہ اور مباحثہ میرا موجب ملال خلیفۂ زمان کا نہ ہووے تو تا مدت ایک ہفتہ برابر دلیلیں قایم کروں۔ ہارون نے کہا بیان کر جو کچھ تجھکو معلوم ہے۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اگر بندہ فاعل اپنے فعل کا نہو۔ تو لازم آتا ہے کہ افعال اختیاری جو ہم سے واقع ہوتے ہیں بحسب ارادہ اور خواہش کے مثل چلنے اور پھرنے اور بیٹھنے اور اٹھنے اور کھانے اور پینے اور دینے اور لینے کے اور حرکت ہاتھ اور پاؤں کی مانند فعلوں اضطراری کے ہوں جس طرح سے کہ نبض وغیرہ ہے اور کچھ فرق نہو۔ اور حالانکہ اے ابراہیم یہ امر بدیہی ہے کہ فرق ظاہر ہے حرکت

اختیاری اور اضطراری میں اور جو عقلمند ہے وہ جانتا ہے کہ ہم قادر ہیں حرکات اختیاری
پر اور قادر نہیں ہیں اُڑنے پر اور آسمان کے جانے پر جیسے کہ شیخ بہلول علیہ الرحمہ نے ابو حنیفہ
کو مسئلہ قضا و قدر میں بحث کر کے قائل کیا۔ اور الزام صریح دیا اور کہا بہلول نے کہ اے
ابو حنیفہ دلیل سے ثابت کرتا ہوں کہ تجھ سے گدہا مراتب عقلمند زیادہ ہے اسوجہ سے کہ تو بندہ
کو مسلوب الاختیار جانتا ہے یعنی بندہ محض بے اختیار ہے اور اسکو کچھ اختیار نہیں ہے کیونکہ
اگر کوئی آدمی گدھے کو کنارے پر کسی چھوٹی سی نہر کے لے جاوے۔ اور اسکو مارے کہ اس نہر
سے نکلے۔ البتہ وہ گدھا اس سے گزر جاویگا۔ اور اگر اسکو کنارہ پر بڑی نہر کے لے
جاوے۔ کہ وہ قادر نہو اس کے پار اُترنے پر۔ تو اسکو جان سے بھی مار ڈالے لیکن وہ اس
نہر سے نہیں نکلیگا پس جائے تعجب ہے کہ خر یعنی گدھا تک تو فرق جانتا ہے اس چیز
میں کہ جس پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اس چیز میں کہ جسمیں قادر نہیں ہے یا ہے اور اے
ابو حنیفہ تو فرق نہیں جانتا۔ کہ کس چیز پر قادر ہے۔ اور کس چیز پر قادر نہیں ہے
جو حسنیہ نے یہ بیان کیا۔ ہارون اور یحییٰ اور جملہ ارکان دولت یکبارگی خندہ زن
ہوئے اور ابراہیم نے خجالت سے سر جھکا لیا۔ پھر حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اگر بندہ
فاعل فعل اپنے کا نہو۔ اور فعل اللہ تعالیٰ کا ہو۔ تو صحیح اور درست نہ ہووے کیونکہ یہ
کہتا ہے کہ خدائیتعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔ اور کبھی ہوتا ہے۔ کہ بندہ غفور اور رحیم کا
گناہ کرے۔ اور بہ سبب گناہ کے مستحق عذاب کا ہو جاوے۔ پس اسکو عذاب
نہ کرے۔ اور بخشدے اور معاف کرے اور جبکہ گناہ فعل بندہ کا نہیں ہے۔ بلکہ
فعل خدا کا ہے۔ تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کو کہا جاوے کہ بخشنے والا اور عفو
کرنے والا اور رحیم ہے۔ اے ابراہیم حقیقت ایمانکی یہ ہے کہ تکلیف کو دار فنا میں دلیل
سے حاصل کرے خاص اپنے فعل سے تا حاصل کرنے اسکے سے دنیا میں مستحق مدح کا ہو اور
آخرت میں مستحق ثواب کا پس اگر خدا چاہے کہ بندہ میں اختیار پیدا کرے تو کر سکتا ہے لیکن خدا

چاہتا ہے۔ کہ بندہ خاص اپنے کسب اور فعل کا مختار ہو کر اپنی طرف سے مومن اور مطیع ہو کر تارک کفر اور معاصی کا ہو اور اگر بندہ باوجود حصول قدرت اور تمکین کے ایمان اختیار نہ کرے تو خدا کا اسمیں کچھ نقصان نہوگا۔ اور اے ابراہیم اگر دلائل عقلی زیادہ تر تو چاہے تو اس قدر بیان کروں کہ سامعین کو ملال پیدا ہو اور ناگوار خاطر ہو۔ ولیکن دلائل نقلی سے چند حدیث کہ جنکو فریقین نے نقل کیا ہے۔ اور تمہارے طریقہ میں بھی واقع ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَاِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ قِيْلَ مَنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِالْمَعَاصِيْ ثُمَّ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ وَكَتَبَهَا عَلَيْهِمْ یعنی قدریہ مجوس اِس امت کے ہیں اگر بیمار ہوں واسطے عیادت انکی کے نہ جاؤ اور اگر مریں تو نماز ان کے جنازہ پر نہ پڑہو۔ اور اگر ملاقات کرو۔ تو سلام ان پر نہ کرو۔ ایک جماعت اصحاب نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ قدریہ کیا گروہ ہے۔ اور یہ کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک گروہ ہے اہل عصیان سے اور زعم انہوں کا وہ ہے کہ عمل جانب خدائے تعالیٰ سے ہے اور خدائے تعالےٰ نے اسکو ازل سے ایسا لکھدیا ہے۔ کہ یہ معصیت اور اور گناہ کریں گے! اور اسی طرح سے خدا نے مقدّر کردیا ہے۔ ان پر اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اسناد اس کی رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے۔ کہ اِنَّهٗ لَمْ يَلْقَ الْعَبْدُ رَبَّهٗ بِاَعْظَمَ مِنَ الْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلُ بِمَعْصِيَةٍ ثُمَّ يَزْعَمُ اَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی بدرستیکہ ملاقات کرے بندہ پروردگار اپنے کو ساتھ ایسے گناہ کے کہ بزرگتر ہو شرکِ خدا سے اور اس سے کہ کسی گناہ کو عمل میں لاوے پس گُمان کرے کہ فعل معاصی طرف خدائے تعالےٰ سے ہے اَنَّ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَعْمَلُوْنَ بِالْمَعَاصِيْ وَيَقُوْلُوْنَ هِيَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُمْ فَکَذِّبُوْهُمْ قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَکَذِّبُوْهُمْ اور اسی طرح سے
احادیث کہ اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہیں بہت ہیں اے ابراہیم بسبب چند آیات ماؤل کے
کہ قرآنمجید میں ہیں یہ تمام کفر اور زندقہ تم نے بنالیا ہے اور کتنے ہی آیات قرآنی کہ خدائے
تعالیٰ نے قرآن شریف میں صریح فرمائی ہیں اور سند افعال شر کے بندوں پر لگیگی ہے اس سے تم
غافل ہوا ازانجملہ خدایتعالیٰ سرزنش کرتا ہے ان آدمیوں کو کہ کہا انہوں نے کہ اگر خدا چاہتا
کہ ہم مشرک نہوں تو ہم مشرک نہوتے اور شرک ہمارا بموجب خواہش خدا کے ہے چنانچہ فرماتا ہے
سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
شَیْءٍ یعنی قریب ہے کہ کہیں گے وہ لوگ کہ مشرک ہیں کہ اگر خدایتعالے چاہتا تو ہم شرک نہ
لاتے اور نہ باپ ہمارے اور کوئی چیز بدون کہنے اس کے کے ہم حرام نہ کرتے اے ابراہیم
اگرچہ یہ آیت سرزنش کفار میں ہے مگر فی الحقیقت تمہاری سرزنش میں ہے اور تم کفار میں شامل
ہوا اس اعتقاد میں اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ اور دوسری جگہ
فرماتا ہے کہ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ اور دوسری جگہ پر فرماتا ہے کہ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ
اَحَدًا اور ایسے ہی فرماتا ہے کہ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ اور دوسرے
مقام میں فرماتا ہے کہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ
فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور پھر فرماتا ہے کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور
دوسری جگہ واقع ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور پھر فرماتا ہے کہ لَهَا مَا
کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ
رَهِیْنَةٌ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ
فَعَلَیْهَا اور دوسری جگہ واقع ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
اور دوسری جگہ فرمایا کہ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور دوسری جگہ پر فرماتا

ثلث
ط پارہ ۸ سورۃ انعام ۱۷ ع پارہ پنجم سورۃ النساء ۱۲ بعد ۵ ف پارہ ۱۴ سورۃ النحل بعد ثلث رکوع ۱۵ آیتہ ۱۲
ع پارہ ۲۴ بعد ربع رکوع ۲ سورۃ مومن ک پارہ ۱۵ سورہ ۱۶ سر بلی رکوع ۵۲
ب پارہ ۲۷ بعد ربع سورۃ النجم ۱۲
یک پارہ ۱۶ سورہ مریم رکوع ۲ بعد ربع آیت ۱۲

ہے کہ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْماً لِّلْعِبَادِ اور اسی طرح تصریح فرمائی کہ وَلَا یَرْضیٰ لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ اور اس سے زیادہ تر تصریح فرمائی کہ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ یعنی جو کچھ پہنچتا ہے تمکو حسنہ سے پس اسکو جانب خدا سے جانو اور جو کچھ پہنچتا ہے تمکو گناہ سے پس جانب نفس تمہارے سے ہے اور اسکو خدا سے نسبت نہ دو اور امثال اسکی قرآن مجید میں بہت ہے حق تعالیٰ نے حوالہ اور سند گناہ کفر کی طرف بندوں کے فرمائی ہے اور شیطان نے کہا کہ وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اگر فاعل فعل خدا ہوتا تو جائز نہ تھا کہ اپنے فعل کی عوض میں ابلیس پر لعنت کرتا اور نہ یہ کہتا کہ وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ اے ابراہیم اگر آدم علیہ السلام تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ اور اگر موسیٰ علیہ السلام تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اور اگر یونس علیہ السلام تھے تو انہوں نے کہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ اے ابراہیم جملہ انبیا نے توبہ اور تنزیہ اور تقدیس حق تعالیٰ کی کی ہے اور اگر گناہ عاصی کا فعل اس کا ہوتا تو توبہ کسواسطے کرنا چاہئے اسوقت ابراہیم نے موقع پاکر کہا کہ اے حسنیہ لبطلان مذہب اپنے کا خود اسوقت تو نے کیا کسواسطے کہ تیرا اعتقاد ہے کہ سب انبیا معصوم ہیں اور جو انہوں سے جرم اور گناہ وقوع میں نہیں آیا تو پھر کیوں توبہ اور استغفار انہوں نے کی تھی۔ بر مکی نے ہنسکر کہا کہ اے ابراہیم مقدمہ اول کو تو خوب ثابت کیا اور تردید حجت اور دلیل اسکی تو نے خوب کی کہ جواب تو شروع کر لیا ہے۔ مقدمہ عصمت اور عدم عصمت انبیاء گو اکثر خلائق اس بات کو سنکر ہنسنے لگی حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم یہ بحث تیری خلاف ادب ہے اور اس وقت دخل دینا تیرا بے موقع ہے۔ مگر اس مسئلہ کا جواب بھی دیا جائیگا بعد تمام کرنے بحث مسئلہ قضا و قدر کے اے ابراہیم سابق میں جملہ مشرکین

قریش جبری تھے۔ اور جب اسلام ظاہر ہوا۔ تو یہ طریقہ جبری جاتا رہا۔ اور گم ہوگیا اور بعد از وفات رسولخدا اور شہادت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور بعد مرنے معاویہ اور یزید پلید کے باقی بنی امیہ تا زندگی اپنے طریقۂ جبریہ پر دین اسلام میں بسر کرتے رہے۔ اور اس زمانہ میں اکثر اہل جبر تابع اور محکوم انہوں کے ہوگئے تھے۔ اور ابتک تم لوگ بھی پیرو انہیں کے ہو۔ اور ایکروز عمر بن خطاب نے خطبہ میں پڑھا کہ لَا هَادِيَ لِمَا اَضْلَلْتُ وَلَا مُضِلَّ لِمَا هَدَيْتُ اسوقت ایک گبر یعنی آتش پرست حاضر تھا اُس نے فریاد کی اور کہا کہ اَللّٰهُ عَادِلٌ اَنْ يُّضِلَّ اَحَدًا عمر نے کہا کہ لَوْلَا عَهْدُكَ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ اور تم مخالفت قرآن اور حدیث کی کرکے متابعت کلام عمر بن خطاب کی کرتے ہو۔ اے ابراہیم قسم بخدا کہ رسول خدا اور اہلبیت اطہار اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے جس وقت کلام حسنیہ کا اس مقام پر پہنچا تو ایک شور واہ واہ کا سب خلائق سے پیدا ہوا اور سب تحسین حسنیہ کی کرتے تھے۔ ابراہیم شرمندہ ہوگیا۔ اور بولا کہ اے حسنیہ یہ سب کچھ جو تو نے بیان کیا۔ آیات قرآنی وغیرہ سے میں نے قبول کیا اور مانا لیکن اکثر تابعین کا یہ اعتقاد ہے کہ بندہ مسلوب الاختیار ہے یعنی بندہ بے اختیار ہے اور اس صورت میں شرک اسکو لازم آتا ہے۔ اور تجویز نہیں کیا گیا ہے کہ بندہ پر شرک لازم آوے۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم کیونکر شرک لازم آوے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے قہر کرنے اور آگاہ کرنے پر بندہ کے۔ مثلاً اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو بعض شہروں کا حاکم کرے۔ اور وہ حاکم ظلم کرے۔ اور غارت کرے مسلمانوں کو اور بادشاہ قادر ہو اس بات پر کہ جو کچھ اس حاکم نے از روئے زبردستی کے اپنے توابع اور رعیت سے حاصل کیا ہے۔ اسکو چھین لے۔ اور اسے قتل کرے پس کیونکر لازم آسکتی ہے بادشاہ سے شرکت اسکی۔ کب کہہ سکتے ہیں کہ وہ شریک بادشاہ کا ہے اے ابراہیم الحکام

الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی اور تمام دلائل عقلیہ کو تو معطل اور ضائع کرتا ہے! اور نادیدہ اور ناشنیدہ جانتا ہے اور تو کہتا ہے کہ بعض تابعین کا یہ اعتقاد تھا اور اے ابراہیم جو اعتراض تو نے مقدمۂ عصمت انبیاء میں کیا۔ اسکا جواب تو مجھ سے اب سن کہ اعتقاد میرا عصمت انبیاء اور انکے اوصیا کے باب میں یہ ہے کہ سب معصوم اور پاک ہیں جمیع خطا اور معاصی سے اور واجب ہے کہ تمام انبیاء اور اوصیاء قبول کے ابتدائے طفولیت سے انتہائے زمانۂ نبوت اور وصایت تک معصوم ہوں خطا اور گناہ اور فراموشی سے کسواسطے کہ یہ امین ہیں اسرار خدا کے اور کب چاہیئے کہ نبی اور وصی تابع اور زیر حکومت شیطان کے ہو اور شیطان کو کچھ دخل اور نصیب نہیں ہے۔ انبیاء اور اوصیاء میں اور اگر ہو تو پس فائدہ تبعیت کا کہ متابعت اور فرمانبردار ہونا رعیت کا ہے۔ مختل اور خراب ہو جائے اور لازم ہے کہ نبی اور وصی تمام امت سے جملہ تدبیرات اور کمالات میں عالم تر اور کامل تر ہوں اور گناہان ظاہری اور باطنی سے منزہ اور مبرہ ہوں اور ماں باپ انبیاء اور اوصیاء میں کسی طرح کا عیب اور نقص نہو کہ وہ سبب قدح اور بدنامی فرزند کا ہو اور جاننا طریق نبوت اور ولایت کا نسبت اہل امت کے مختلف ہے۔ بعضے کو کمال مناسبت اور صفائی میں اس سے حاجت معجزہ کی نہیں ہوتی۔ ولیکن جمہور یعنی اکثر آدمی حاجت معجزہ کی رکھتے ہیں یعنی جبکہ وہ معجزہ دیکھیں تو متابعت نبی یا وصی کی کریں اور معنی معجزہ کے یہ ہیں کہ وہ ایک امر ہے باہر قدرت اور قوت جمیع مخلوقات سے اور وہ قریب ہے ثبوت میں دعویٰ نبوت کی اور اے ابراہیم پیدا ہونا انسان کا علم خدا میں ساتھ مبداء اور معاد کے ہے اسی طرح سے مقتضاء دلائل عقلیہ و نقلیہ کا ہے اور علم یہ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر یہ نقل اور اکثر نقلیں احتمال تاویل کا رکھتی ہیں اور فایدہ یقین کا نہیں بخشتی ہیں۔ پس لطف خدا نے خواہش کی کہ ایک شخص معصوم

کہ اس کے اقوال اور افعال پر اعتماد ہوتا مقصود خدا کا قول شارع ہے اور مقصود
شارع کا مشہور کرنے وصی اور نائب اس کے سے ظاہر ہووے اور اے ابراہیم
جو غیر معصوم ہوگا اس سے گناہ وقوع میں آوینگے۔ اور جس حالت میں کہ نبی یا وصی
مرتکب گناہ کا ہوا تو جملہ گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹ ہے پس احتمال ہو سکتا
ہے کہ جو کچھ نبی اور وصی کہے جھوٹ ہو اس صورت میں امت کو بھروسہ اور
اعتماد قول نبی اور امام پر نہوگا اور اسی طرح ثابت ہوتی ہے عصمت امام کی نقل
سے یا بطریق اعجاز کے اور لازم ہے کہ ماں باپ امام کے پاک اور صاف ہوں
دنائیت اور رذالت سے یعنی پیشہ انکا رذیل نہو مثل پیشہ موتراشی اور حمامی
اور سرگین کشی اور چاہیئے کہ نبی اور امام میں صفات ذمیمہ نہوں مثل خاکروبی اور
حسد اور خبث طبع اور جہالت اور بخیلی اور بزدلی اور جنون اور بغض کے اور ناقص
الاعضا نہوں اور برص اور جذام میں مبتلا نہوں اور گونگے اور احمق اور کور اور
کر بھی نہوں۔ بلکہ جمیع عیوب اور نقصانات سے پاک اور مبرا ہوں اور کذاب
اور عاشق پیشہ بھی نہوں۔ اور جاننا چاہیئے کہ کذب قبیح اور برا ہے اور خدا نے
تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الخ اے ابراہیم
جان تو کہ واجب ہے کہ نبی اور امام افضل اور عالم اور زاہد اور پرہیزگار اور متقی اور سخی
اور شجاع اور مقدم ترین اہل زمانہ کا ہو از روئے عقل اور سماعت کے اس لئے کہ مقدم
ہونا مفضول کا فاضل پر قبیح ہے۔ عقلاً اور سمعاً کو اسطے کہ مفضول محتاج دوسرے
امام کا ہوتا ہے۔ اور تسلسل لازم آتا ہے۔ اور امام چاہیئے کہ جمیع خلق سے بے
پروا ہووے۔ اور علم میں منصوص علیہ ہووے یعنی من عند اللہ و عند الرسول
تعیین ہوا ہو اور جاننا چاہیئے کہ جس امام کو کہ رعیت اور امت نصب کرے۔ اور
پھر اسکو معزول کرے۔ پس جو امام کہ ایسا ہو جسکو امت نصب کرے اور عزل کرے

ملہ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۵ آیت ۲۱ در ربع ۱۲

کر وہ لائق اور قابل امامت کے نہیں ہے اور امام کو لازم ہے کہ منصوص من اللہ ہو
تا خلائق تابعداری اور اطاعت اسکی سے کراہت نہ کرے۔ اور معصوم ہونا امام
کا واجب ہے۔ کس واسطے کہ جو امام غیر معصوم ہو تو ممکن ہے کہ وہ ظالم ہو اور
حضرت پروردگار فرماتا ہے۔ کہ لَا یَنَالُ عَھْدِ الظّٰلِمِیْنَ جو وقت کلام حسنیہ
کا اس مقام تک پہنچا تو لرزہ بدن ہارون رشید میں پڑ گیا۔ کس واسطے کہ وہ دعوی
خلافت بغیر حق کے کرتا تھا۔ اور ان صفات میں سے اس میں ایک بھی صفت نہ
تھی یحیی برمکی وزیر ہارون نے اس گفتگو کو سنکر ابراہیم سے کہا کہ اے ابراہیم
گویا اسوقت تو مردہ ہے کرسی زرین سے اتر بیٹھ اور مذہب حسنیہ کا اختیار
کر کیونکہ تو قابل جواب حسنیہ کے نہیں ہے۔ جب ابراہیم نے یہ کلام وزیر کا سنا
اور دیکھا کہ مجھ پر چاروں طرف سے تیر ملامت برستے ہیں۔ کہنے لگا کہ اے حسنیہ کیا
کہتی ہے تو اس آیت میں کہ صریحاً خدائے تعالے قرآن مجید میں امر کرتا ہے حضرت
آدم اور حوا کو چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ
وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِیْنَ اے حسنیہ بلاشک انہوں نے اس سے کھایا اور ستمگاروں سے
ہوئے حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم جاننا چاہیئے کہ منع کرنا خدائے تعالی کا آدم کو نہی تحریمی
نہ تھی بلکہ نہی تنزیہی تھی کیونکہ نہی تحریمی وہ ہے کہ جسکے ترکیب ہونیسے مستحق ملامت اور
عذاب آخرت کا ہووے اور نہی تنزیہی وہ ہے کہ اس کے ارتکاب سے وہ فایدہ
اور مصلحت کہ جو اسمیں ہے اپنے سے فوت کرے لیکن بسبب اس کے مستحق ملامت دنیا اور
عذاب آخرت کا ہرگز نہ ہوگا۔ پس اگر آدم علیہ السلام کھانا اس درخت کا ترک کرتے
تو مستحق زیادتی ثواب اور الطاف کے ہوتے اور جو کھانا ترک نہ کیا تو مستحق
عذاب کے کبھی نہ ہوے۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا۔ تو ظالموں میں سے نہ

پارہ اول سورہ بقرہ رکوع ۱۵ آیت ۱۹

پارہ اول سورہ بقرہ رکوع ۴ آیت ۳۴

ہوتے اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ حسینیہ نے کہا کہ اے
ابراہیم معنی ظلم کے رکھنا ایک چیز کا ہے غیر جگہ اسکی پس کرنا ایک چیز کا جگہ نہ کرنے کے
اور نہ کرنا ایک چیز کا جگہ کرنے کے رکھنا شے کا غیر محل اپنے میں ہووے پس وہ سنت
کہ جسکو ترک کریں رکھنا ایک چیز کا غیر جگہ اسکی میں ہوا یا مرتکب ہونا کسی کراہت
کا اور اس سے اجتناب نہ کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ پس ظلم ہوا جیسا کہ مضمون باغ کے
بارہ میں کہا ہے۔ وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا[۱] یعنی اس میوہ سے کہ جو ہر سال آتا تھا اسمیں سے
کچھ کم نہ ہو پس معنی مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کے یہ ہوئے کہ جیسے کسی آدمی نے اپنے حظِ نفس کے
واسطے ثواب سے کمی کی ابراہیم نے کہا کہ اے حسینیہ آدم و حوا نے یہ کیوں کہا کہ رَبَّنَا[۲]
ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کیا
کہتی ہے تو کہ انہوں نے ترک ایک سنت کا کیا کیا وہ گناہ نہ تھا حسینیہ نے کہا کہ اے
ابراہیم انہوں نے اقرار کیا ظلم کا اپنے نفس پر اور بخشش چاہی اور طلبِ مغفرت کی انہوں
نے خدا سے اور وہ دلیل نہیں ہوسکتا اوپر گناہ کے کس واسطے کہ ظلم کے معنی نقصان کے
اور نقصان منفعت کا ان کو ہوا اور طلب کرنا رحمت اور مغفرت کا ایک عبادت
ہے کہ بسبب اس کے مستحق ثواب خدائے تعالےٰ کے ہوں۔ اور یہ دلیل نہیں
ہوسکتی اس پر کہ انہوں نے گناہ کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ اَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً یعنی میں
ہر دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں اس میں حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ
کا کچھ گناہ نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ طاعت انبیا اور اوصیا کی یہ
ہے۔ کہ طاعت اور عبادت اپنی کو کم جانتے ہیں۔ اور ترکِ ادب اور سنت کو
بڑا گناہ اور جرم گنتے ہیں۔ اگرچہ انہوں سے کوئی گناہ واقع نہ ہوا ہو لیکن
بسبب تذلل اور مسکینت کے اپنے کو مجرم کہتے ہیں پس اقرار کرنا اوپر ظلم اور

۱؎ پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ کہف رکوع ۵ آیت ۳۳

۲؎ پارہ ۸ سورہ ۷ اعراف رکوع ۲ آیت ۲۳

گناہ کے اور استغفار کرنا انکا دلیل گنہگاری انہوں کی نہیں ہو سکتی ابراہیم نے کہا
کہ اے حسنیہ جب یہ بات ہے تو آدمؑ کو گنہگار اور ظالم نہ کہنا چاہئے اور خدا ئے تعالیٰ
فرماتا ہے کہ فَعَصیٰ آدَمُ رَبَّهٗ فَغَویٰ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم آیات قرآنی
بقول رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ماوّل ہیں اور معنی آیات ظاہری پر
حکم کرنا نہ چاہئے۔ اور جاننا چاہئے کہ معنی عصیان کے مخالفت ہے جسطرح مخالفت
واجبات میں ہوتی ہے اور مندوبات اور ادب میں بھی ہوتی ہے۔ پس مخالفت
مندوبات اور ادب کے مستحق ملامت اور عذاب کے نہوگی اور غوایت کے
معنی آیت میں گمراہی کے نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ بمعنی حیف اور بے بہرہ رہنے
کے ہیں یہ مخالفت اسکی ہوئی کہ جسکا ہم نے واسطے ترک کے حکم دیا تھا یعنی
جو کچھ اسکو ثواب دیا تھا اس سے بے بہرہ رہا اور اسکو ضائع کیا اور لفظ غوایت
اشعار عرب میں بہت آیا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ جو آدمؑ اور حوّا نے معصیت
نہ کی تھی تو کیوں انکو برہنہ کر کے بہشت سے نکالا اور زمین پر ڈالدیا حسنیہ نے
کہا کہ اے ابراہیم آدمؑ کو واسطے خلافت اور بادشاہت زمین کے پیدا کیا
تھا جیسا کہ فرماتا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور اگر آدم اس درخت
سے کبھی نہ کھاتے تو بھی اسکو بہشت سے باہر کرتا اور زمین پر بھیجتا واسطے خلافت کے
پس باہر نکالنا انکا بہشت سے اور برہنہ کرنا انکا بسبب عقوبت اور گناہ کے نہیں ہے
کسواسطے کہ ... ایک طرح کا رنج ہوتا ہے کہ دوسرے کو پہنچاتے ہیں براہ استخفاف اور اہانت
کے اور باہر کرنا آدم کا بہشت سے بسبب مصلحت کے تھا جیسا کہ فقیری اور بیماری موافق
کسی مصلحت کے دیتا ہے نہ بسبیل عذاب کے ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ کیا کہتی ہے تو مقدمہ
نوحؑ میں کہ انہوں نے دعا کی واسطے ہلاک ہونے اپنی امت کے خدا ئے تعالیٰ نے قوم نوحؑ کو ہلاک کیا
طوفان بھیجکر اور قوم انکی غرق ہو کر ہلاک ہوئی تو حضرت نوحؑ پیغمبر نادم اور پشیمان

پارہ اول سورۃ بقرہ رکوع ۱۳ آیت ۲۹

ہوئے دعا کرنے سے اور پانسو برس تک بسبب کرنے اس دعا کے روئے اور جب بہت روئے
تو انکا نام نوحؑ رکھا گیا اور سابق میں انکا نام عبد العلی تھا حسینیہ نے جو یہ حکایت سُنی تو ہنسی
اور کہا اے ابراہیم یہ حکایت خلاف قرآن مجید کے ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یَا نُوْحُ قَدْ
جَادَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا اور قوم نوح کی بعد اس سے کہ پانسو سال غرق ہو گزرے
تھے نام انکا زوح تھا تیرا جھوٹ پہلا تو ثابت ہوا لیکن جو کہ تو نے کہا کہ نوحؑ پشیمان
ہوئے دعا کرنے سے یہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ اول یہ کہ قوم نوحؑ کی مسلمان تھی اور
نوح نے دعا کی کہ غرق ہوئے یہ خود کفر عظیم ہے کہ شیخ المسلمین دعا کرے کہ تا عالم دنیا
طوفان میں مبتلا ہو جاوے اور کتنے ہی ہزار مسلمان ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر قوم کافر تھی تو لازم
نہیں آتا کہ نوحؑ ندامت اٹھاویں۔ ہلاکت پر دشمنان خدا و رسول کے اور خدائے تعالیٰ
خود فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی
الْعَالَمِیْنَ حسینیہ نے کہا کہ اے ابراہیم حقیقت مذہب کی مزخرفات سے ثابت نہیں
ہوتی ہے اور میں نے اس قسم کی جہلات تیرے سوائے اوروں سے بھی بہت سُنی ہیں کہ
بنی امیہ اور اتباع انہوں کے اور وہ لوگ کہ جو براہِ ظلم و جور ان سے پہلے متصدی امر
خلافت اور امامت کے ہوتے تھے۔ باوجودیکہ کسی طرح کا استحقاق انکو اس منصب کا نہ تھا
اور اکثر اوقات ظلم اور فسق ان سے ظہور میں آیا ہے اور مسائل دینی میں بالکل جاہل مطلق تھے
اور احکام قرآنی سے عاجز اور غافل تھے بلکہ بعض اوقات حالتِ جنابت میں امامت خلائق
کرتے تھے۔ اور نماز کو توڑ کر کہتے تھے کہ ہم جُنب ہیں۔ اور بعض وقت حالت نشہ میں نماز
صبح کی امامت کرتے تھے۔ مثل ایسے افعال کے بہت قباحتیں اور برائیاں ان لوگوں سے
وقوع میں آتی ہیں۔ اگر ان کا شمار کروں تو موجب ملال ہما ضرین جلسہ کا متصور
ہے۔ اور بعض اہل بیت رسالت اور اصحاب کبار علیہم السلام ہمیشہ ان کو نصیحت
اور ملامت کرتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے سوا اکثر خلافت بھی [illegible] تھا کہ بسے [illegible]

ﷺ پارہ ۱۲ سورہ ہود [illegible] آیت ۳۲

ﷺ پارہ ۳ سورہ آل عمران [illegible] آیت ۳۳

ان لوگوں نے واسطے دفع ملامت اپنی اور اتباع اپنی کے اس کفر اور زندقہ کو خدا اور
رسول سے نسبت دیا اور جملہ انبیاء کہ معصوم اور پاک ہیں ہر ایک کو متہم بہ گناہ اور
خطا کیا اور ظاہر قرآن پہ عمل کر کے واسطے صحت تاویل فاسد کے حدیثیں بنائیں اور
تمام آیات کو موافق احادیثِ موضوعہ کے تاویل کیا اور چونکہ اکثر آدمی اس زمانہ میں مہارت
دفع شبہہ کی نہ رکھتے تھے اور علم کو نہ پڑھتے تھے۔ اور تقلید اور پیروی پر قناعت
کرتے تھے۔ اور قوت پہچاننے طبیعت اور ہوا کی اور طاقت دریافت عقل اور رضائے خدا
کی انکو نہ تھی۔ اور بعضے بسبب حصولِ جاہِ بے مدار اور حکومت اور اعتبار پنج روزہ
دنیا کے ثوابِ ابدی اور عذاب سرمدی خدائے تعالیٰ سے نہ ڈرے۔ اور سو برس بعد
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا دو سو برس بعد حضرتؐ کے مذہب پیدا کئے۔
اور مقلدوں نے ان مذہبوں کو ترقی دی اور مذہب حق کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اس
قول پر قناعت کی کہ اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِھِمْ مُّھْتَدُوْنَ
دیکھو حق تعالیٰ جواب میں ان کے اور تمہارے فرماتا ہے کہ اَنْتُمْ وَاٰبَاءُکُمْ
فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور بعضوں نے موافق سکھلانے اپنے معلم کے قناعت کی اور
از راہِ بے انصافی راہِ حق کے جویا نہ ہوئے۔ کہ دوسرے معلم کا کیا مذہب ہے۔ اور وہ
کیا کہتا ہے۔ اور حق اور باطل کو تحقیق کر کے ہر ایک شخص دعویٰ اَنَا مَعَ الْحَقِّ کا
کر رہا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ
واسطے اس کے ہم ان سب مذہبوں میں ایک مذہب کا حق پر ہونا چاہئے۔ اور دلیل
اس پر یہ اشارہ ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صاحب شریعت خاتم انبیاء
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کہ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی
ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً وَّاحِدَۃٌ مِّنْھَا نَاجِیَۃٌ وَّالْبَاقُوْنَ
فِی النَّارِ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ متفرق

ہو امت میری بہتر فرقوں پر ایک فرقہ ان میں ناجی ہوگا۔ اور باقی سب فرقے
جہنمی ہوں گے۔ اسوقت ایک جماعت اصحاب نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرقہ ناجیہ کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے
کہ جس راہ پر میں ہوں اور اہلبیت میری ہے وہ پیرو اس راہ کا ہو اور اسی اثنا میں
حضرت نے فرمایا کہ مَثَلُ اَھْلِبَیْتِی کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَ فِیْھَا نَجٰی وَمَنْ
تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ وَھَوٰی اے ابراہیم سب امتوں کا اتفاق ہے صحت پر ان دو
حدیثوں کی اور تمام اہلبیت اور اصحاب رسول خدا نہ معتزلہ تھے اور نہ حنفی اور نہ شافعی
اور نہ حنبلی اور نہ مالکی بلاشک فرقۂ واحدہ سے مراد وہ گروہ ہے کہ جو پیرو رسول خدا
اور انکی اہلبیت کا ہے اور سبب یہ ہے کہ اصول اعتقادات میں ان سب مذہبوں کے
فرق ہے اور کوئی فرقہ بھی ان فرقوں میں سے یقین نہیں کر سکتا۔ کہ ہم ناجی ہیں۔ مگر وہ
گروہ یقین کر سکتا ہے کہ جو پیرو اہلبیت علیہم السلام کا ہے۔ اے ابراہیم مجھکو تمہارے
جدال اور قتال سے کچھ دہشت اور خوف نہیں ہے۔ اور نہ اس حیات پنجروزہ اپنی کا
مجھے کچھ اندیشہ اور لالچ ہے اور میں ہمیشہ اپنی شہادت کی دعا کرتی ہوں اور آج کے روز
صریحاً بیان کرتی ہوں کہ تا خلیفہ زمان پر ظاہر ہو جاوے۔ کہ تم خود کہتے ہو اور جو تم سے
پہلے تمہارے سرخیل گزرے ہیں وہ کہتے تھے۔ کہ تمام برائیاں بد کرداری اور کفر اور فسق اور
خیر اور شر حسب خواہش اور ارادہ خدائیتعالیٰ کے ہے اور بندہ کا کچھ اختیار نہیں ہے
اور تم چاہتے ہو کہ اصلاح کریں برائیوں کو اہل ضلالت کی یعنی جنہوں نے ظلم اہلبیت
رسالت علیہم السلام پر کیا ہے۔ اور وہ ظلم یہ ہے۔ کہ غصب کیا امامت
اور خلافت کو اور غصب کیا فدک کو اور ایذا اور آزار دیا حضرت سیدۃ
النساء بضعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ستایا اصحاب کبار کو اور زہر
دیا جگر گوشہ رسول خدا امام حسن علیہ السلام کو اور قتل کیا امام حسین علیہ السلام

سید شباب اہل الجنہ کو اور قتل کیا اولاد اور اصحاب اس جناب کو اور چھین لینا خمس
کا اولاد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور جنگ اور محاربہ کرنا ابن عم اور
برادر اور وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اخراج کرنا ابو ذر غفاری
رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے اور ایذا دینا عبد اللہ بن مسعود کا اور جلانا اسکے مصحف
کا اور قتل کرنا عمار یاسر اور چند صحابۂ کبار کا ۔ اور ڈالنا سنگ کا منجنیق سے خانہ کعبہ میں اور
خراب کرنا خانہ کعبہ کا اور قتل کرنا مسلمانوں کا مدینہ رسول خدا میں اور قتل کرنا کتنے ہی اولاد
رسول خدا کا اور سوائے اس کے بہت بدعت اور فساد اور ظلم ان لوگوں سے وقوع میں آئے
ہیں ۔ کہ زبان تعداد بیان اسکی سے قاصر ہے ۔ اسی سبب سے اصحاب کبار اور محبان اہلبیت
اطہار اور مخصوصان اور دوست اور تابعان رسول مختار کہ بصفت ایمان موصوف تھے ان
لوگوں کو برا کہتے تھے ۔ اور لعن وطعن خفی اور جلی فرماتے تھے ۔ اور ان کے افعال قبیحہ پر لعنت
کرتے تھے ۔ اور حکم خدا اور رسول سے اور عذاب آخرت سے انکو ڈراتے تھے ۔ اور گروہ
ظلمہ نے واسطے دفع ملامت صحابۂ ضلالت کے اور چھپانے افعال اور کردار شیخین اور
باقی خلفائے بنی امیہ کے اور بخوف مطاعن اور تشنیع اہل عالم کے کہ سب لوگ
ہم کو برا کہیں گے ۔ ایسی بدعتیں اور عقیدے پیدا کئے اور کہا کہ بندہ فاعل اپنے
فعل کا نہیں ہے ۔ اور سب فعل خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں ۔ اور خدا
نے ازل سے ایسا ہی چاہا ۔ جیسا کہ مقدر کر دیا ۔ اور اسی سبب سے سند گناہوں کی
طرف انبیاء کے دی ۔ اور معصوموں کو کذب اور فسق اور چیزوں ناشائستہ سے
نسبت دے کر متہم کیا ۔ اور اے ابراہیم تم بھی پیروی اسی گروہ کی کرتے ہو
اور کراتے ہو ۔ اور اگر کوئی کہتا ہے کہ نبوت اور امامت میں عصمت شرط
ہے ۔ تو دلائل عقلی اور نقلی سے بموجب اس آیت کے کہ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ

پارہ اول سورہ بقر رکوع ۱۵ آیت ۱۲۴

ذُرِّیَّتِی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ - یعنی خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے
فرمایا کہ میں نے تجھکو امام کیا آدمیوں کا ابراہیم نے دعا کی اور کہا کہ جو کوئی ذریت میری
سے لائق امامت کے ہو اسکو امام کر- اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ
یعنی عہد میرا کہ امامت ہے واسطے ظالموں کے نہیں پہنچتا- پس اللہ تعالےٰ نے ظلم کو
امام سے منع کیا- اور ظلم دو قسم پر ہے - ایک ظلم کرنا اپنے نفس پر اور دیگر ظلم کرنا غیر نفس
اپنے پر- اور جو کہ ان دونوں طرح کے ظلموں سے دور ہے وہ معصوم ہے پس عصمت شرط
ہے امامت میں بمقتضاء اس آیت کے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیمٌ - مشرک توبہ کرنے
والا لائق منصب اور مرتبہ امامت کے نہیں ہو سکتا- اور جو کوئی اس عقیدہ پر ہو اس کو
تم رافضی کہتے ہو- اور قتل کرنا اس کا تم واجب جانتے ہو- اور تم پیروی کرتے ہو سُنّتِ
معاویہ کی- اور اپنے کو پیرو سُنّتِ پیغمبرؐ کا جانتے ہو- اور نام اپنا سُنّی مشہور کرتے ہو اور
نبیوں کو فاسقوں اور فاجروں میں داخل کرتے ہو- اور جو کوئی اس عقیدے پر نہو اس کو
کافر جانتے ہو- چونکہ حسنیہ کے دل میں اس وقت ایک جوش محبتِ اہلبیتؑ کا بھرا ہوا
تھا اور سمند فصاحت اور بلاغت پر جلوہ افروز تھی- مذمت مخالفانِ دین اور ثبوت
عصمت اور طہارت اہلبیتؑ ختم المرسلین کا بدلیل قائم کرتی تھی- اسوقت ہارون اور
تابعدار اس کے قبائح اعمال بد اپنی سے شرمندہ ہو کر سر نیچا کئے ہوئے تھے اور بدن
ان کے مثل بید لرزان تھے- اور کسی عالم کو قوت گویائی کی اور جواب و سوال کی نہ تھی
بعد ایک مدت کے انہوں نے کہا کہ اے حسنیہ اسوقت تو نے خوب زور طلاقت اور
فصاحت کا دکھلایا- اور خوب خوب طعن اور تشنیع اور قدح اور تکفیر صحابہ و تابعین کی
تو نے کی- اور یہ بھی ہم جانتے ہیں- کہ محبت اور مودت اہلبیت رسولؐ کی سب
آدمیوں پر لازم اور واجب ہے- اور اس معاملہ میں کسی کو تجھ سے نزاع اور دعوے
نہیں ہے- ولیکن محبت اور دوستی اصحاب کبار اور خلفائے عالی وقار کی کہ جانشین

پ۲۱ ع۵ - سورۂ لقمان ۱۲

سید مختار کے تھے۔ سب پر واجب ہے۔ اور خلافت انکی اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ خصوصاً
ابی بکر اور عمر کی کہ ہم خواب اور ہم پہلوئے رسول خدا صلعم کے ہیں اور یہ مرتبہ کسی اہلبیت اور
اصحاب کو حاصل نہیں ہوا ہے۔ جو مرتبہ انکو ملا ہے۔ اور یہ دونوں حرم رسولخدا میں مدفون
ہیں حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم خدا تیری زبانکو قطع کرے کہ تو دلیل افضلیت ان دونوں
کی بیان کرتا ہے۔ کہ اس سے کفر اور زندقہ اور ظلم اور فساد اور جہل اور عداوت آپ انہوں
کی ثابت کرتا ہے۔ اے اجہل الناس انکو حرم رسولخدا میں کیا نسبت تھی۔ اور کس وجہ سے
حرم شریف میں انکو دفن کیا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ نے منع کیا انکو اور غیروں کو کہ داخل حرم
پیغمبر ہوں مگر باذن اور اجازت پیغمبر خدا کے۔ اور یہ نص صریح ہے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان
لائے ہو تم نہ داخل ہو تم گھروں میں رسولخدا کے۔ مگر اسوقت کہ اذن اور اجازت حاصل ہو
تمکو واسطے دخل ہونے کے۔ اے ابراہیم جسوقت خداوند عالم نے منع کیا داخل ہونے کو
اس حرمِ شریف سے پس بیان کر اے ابراہیم انکو کس نے اجازت دی کہ اس جگہ میں مدفون
ہوں۔ اور اگر طریقۂ اخبار میں تمہارے یہاں لکھا ہو تو مجھکو دکھلاؤ کہ انکو بموجب
وصیت اور حکم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس حرمِ شریف میں دفن
کیا۔ اور اگر تو یہ کہتا ہے۔ کہ وارثانِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اہلبیت
رسالت ہیں اجازت دی تھی۔ اور جانب اہلبیت سے ماذون اور مرخص تھی تو یہ
بات سراسر جھوٹ اور باطل ہے۔ کس واسطے کہ تمام جاننے والوں کو جلسۂ عالیہ پر یہ
ثابت ہے کہ جب عائشہ اور عمر خطاب نے چاہا کہ ابی بکر کو حرم رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میں دفن کریں تو اہلبیت اور تمام بنی ہاشم نے تلواریں میان سے نکالیں
اور حرمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے گرداگرد کھڑے ہوگئے۔ اور قتال اور جدال
شروع کیا۔ آخر کار عباس خدمت جناب امیر المومنین علیہ السلام میں گئے اور یہ کہا

کہ یا علیؑ اگر آج کے روز بنی ہاشم کو اس معاملہ سے منع نہ کرو گے تو بڑی خونریزی ہوگی
اور فتنہ پیدا ہو جاوے گا۔ اس وقت حضرت خود دولتسرا سے باہر تشریف لائے اور بنی ہاشم
سے بہ آواز بلند کہا۔ کہ واللہ میں ہرگز تمہارے شریک نہونگا۔ اور شمشیر بلند نہ کروں گا اور
اس گروہ سے نزاع نہ کرونگا کیونکہ میں مامور ہوں۔ جانب خدا اور رسولؐ سے کہ صبر اختیار کروں
اور تحمل کروں ایذا رسانی اور ظلم اس گروہ کے سے یہاں تک کہ حق اپنی جگہ پر قرار پکڑے اور
جس حالت میں کہ میں تمہارے ہمراہ نہونگا۔ تو تم بلاشک مارے جاؤ گے کیونکہ تم تھوڑے
ہو اور وہ بہت ہیں۔ صبر کرو جانے دو۔ کچھ نہ کہو تا یہ گروہ اس ظالم کو اس حرم شریف میں
دفن کرے۔ حالانکہ ملائکہ نقالؔ اسکو اس مقام شریف میں نہ رہنے دیں گے۔ بنی ہاشم یہ
گفتگو حضرت کی سُنکر اس دعوے سے دست بردار ہوئے اور اپنے گھروں کو چلے گئے اے
ابراہیم ایسے ظلموں کو کہ جو محض کفر اور مخالفت امر الٰہی کے ہے۔ اور غصب کرنا حرم رسالت
پناہی کا ہے۔ پس اے ابراہیم ذمائم اور قبائح صحابہ کو تو باعث فخر و فضائل ابی بکر اور عمر
کا جانتا ہے۔ اور اے ابراہیم تجھکو معلوم ہے کہ دروازے ابی بکر اور عمر اور حمزہ اور دوسروں
کے طرف مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے دروازہ سے
خدمت رسولؐ خدا میں آتا جاتا تھا۔ کہ حکم خدا ہوا کہ سب دروازے بند کئے گئے مگر ایک
دروازہ علیؑ ابن ابی طالب کا کھلا رہا۔ اور اس مقدمہ میں سب کا اتفاق ہے کسی نے
اختلاف نہیں کیا۔ اور یہ سب پر ثابت ہے۔ اے ابراہیم اگر تو فضیلت بیان کرتا
ہے۔ تو اسکو بیان کر کہ یہ فضیلت واسطے علیؑ کے ثابت ہے یہ سُنکر ابراہیم شرمندہ
ہو کر چُپ رہ گیا۔ اور شافعی بولا کہ اے حُسنیہ جو کچھ ہمکو اخبار اور حدیث سے معلوم
ہے وہ یہ ہے۔ کہ عائشہ اور حفصہ نے اس موضع کو یعنی مدفن ابی بکر و عمر کو اپنے
مہر میں لیکر اپنے باپوں کو اسمیں دفن کیا۔ حُسنیہ ہنسی اور کہا کہ اے احمق شاید قرآن
کو تو نے نہیں پڑھا۔ اور نہ سُنا ہے کہ حضرت پروردگار فرماتا ہے کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ

ﮯ پارہ ۲۲ سورۂ احزاب رکوع [illegible]

إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ اور یہ آیت جملہ خصوصیات حضرت رسالت پناہی سے ہے۔ اور وہ حضرت مامور تھے اس پر کہ قبل دخول سے مہر ادا کریں۔ اور یہ نص صریح ہے۔ کہ ان کا کچھ بھی حق ذمہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ تھا۔ اور اگر کوئی حق ہوتا۔ تو اخبار اور احادیث سے پایا جاتا۔ اور اس کا ذکر ہوتا۔ شافعی بھی منفعل ہو کر سر بگریبان ہو بیٹھا۔ ابو یوسف قاضی بغداد شاگرد ابو حنیفہ نے سر اٹھا کر کہا۔ کہ اے حسنیہ جو کچھ ہمکو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ عائشہ اور حفصہ نے اپنی میراث سے پایا تھا موافق اس ثمن کے کہ جو ترکہ شوہر سے زوجہ کو ملتا ہے۔ حسنیہ نے کہا کہ اے گمراہ واسطے جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا کی میراث نہ تھی کہ نور دیدۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ اور کیا تجھکو معلوم نہیں ہے اور تو نے کتب میں نہیں دیکھا کہ جب جناب فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا نے دعوے فدک کا کیا۔ اور ابو بکر سے کہا کہ اے ابو بکر فدک حق اور ملک میری ہے اسوقت ابی بکر نے اس معصومہ صلوات اللہ علیہا کو یہ جواب دیا کہ یہ فدک بطریق نان خورش تمہاری کے تھا۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ میراث نہ تھی۔ کسواسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُوَرِّثُ مَا خَلَّفْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ یعنی ہم گروہ پیغمبروں سے ہیں۔ ہم میراث نہیں رکھتے۔ اور جو کچھ کہ ہم سے پیچھے بچے۔ وہ صدقہ ہے۔ اور اس روایت کو کسی اصحاب رسول نے بیان نہیں کیا۔ سوائے ابی بکر اور عائشہ اور حفصہ کے اے ابو یوسف اس باب میں گفتگو طولانی ہے۔ عقلاً اور شرعاً کفر ابی بکر کا ثابت ہوتا ہے۔ اب تو خیال کر کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا کو میراث نہ تھی۔ تو واسطے عائشہ اور حفصہ کے میراث ہونی چاہیئے۔ ابو یوسف بھی چپ ہوا۔ اس وقت حسنیہ نے کہا۔ کہ اے ابو یوسف اس بات کو تو میں پوچھتی

ہوں ولیکن مسلّم رکھتی ہوں میں تیری اس بات کو کہ عائشہ و حفصہ نے حرم رسوؐل کو اپنی میراث میں لیکر اپنے باپوں کو اسجگہ دفن کیا۔ اور اس مسئلہ میں بھی موافق تیرے مذہب کے عمل کرتی ہوں۔ جاننا چاہیے کہ وقت رحلت رسولخدا صلعم کے حبالۂ نکاح میں نو زوجہ تھیں اور ایک بیٹی کہ حضرت فاطمہؑ زہرا ہیں اور ایک چچا کہ عباسؓ تھے جب اس گھر کو تقسیم کیا جاوے تو موافق مذہب تیرے کے کہ خلاف مذہب رسوؐل اور اہلبیتؑ کے ہے نصف اور چہارم حصہ اس دوسرے نصف کا تو جناب فاطمہؑ کو پہنچتا ہے۔ اور باقی رہے دو ثمن انمیں سے ایک ثمن عباسؓ کو پہنچتا ہے۔ پس باقی رہا ایک ثمن وہ تو حصّہ ازواج کا ہے۔ جب تقسیم کیا جاوے اس ایک ثمن کو نو ازواج پر تو واسطے دو عورتوں کے کہ عائشہ اور حفصہ ہیں شاید کہ ایک بالشت زمین ان کے حصّہ میں آوے۔ یا اس سے بھی کم۔ ابو یوسف نے سر جھکا لیا اور چپ ہو گیا۔ اسوقت ہارون ہنسا اور اپنے مصاحبوں سے بولا کہ اے یارو اس کنیز کے برابر میں نے کوئی محقق اور ہوشیار نہیں دیکھا حسینیہ نے کہا کہ اے دشمنان بے شرم باوجودیکہ تم واقف ہو ان قضیوں اور جھگڑوں سے جو واقع ہوتے ہیں۔ اور ان ظلموں سے کہ جو ابی اور عمر سے صادر ہوئے ہیں جناب سیدہ فاطمہؑ زہرا بنت رسولخدا صلعم پر اور عائشہ نے حالتِ حیات جناب رسوؐل خدا میں چند مرتبہ مخالفت کی۔ اور راز رسولِ خدا کو حفصہ نے مکرر فاش اور ظاہر کیا۔ اگر از روئے انصاف کے سورۂ تحریم کو پڑھو تو معلوم ہو جاوے کہ عائشہ اور حفصہ حین حیات رسوؐل خدا میں منافقہ اور کافرہ تھیں اور بعد رسوؐل کے ظلم اور زبردستی سے اپنے باپوں کو حرم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں دفن کیا۔ اور بعد اسکے عائشہ آمادہ فساد پر مسلّح ہو کر بہ اتفاق طلحہ اور زبیر مع بعضے منافقین صحابہ کے ایک لشکر جمع کر کے متوجہ بصرہ کی ہوئی اور اُس جگہ امام بحق اور خلیفۂ مطلق خدا سے محاربہ کیا۔ اور بسبب غدر اور عداوت کے جو حالت حیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہلبیتؑ رسالت

سے رکھتے تھے۔ حکم خدا کو معطل چھوڑا۔ اور نادیدہ اور ناشنیدہ سمجھا۔ چنانچہ خدائیتعالیٰ
فرماتا ہے کہ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُولیٰ وَ
اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور
اسی طرح فرماتا ہے۔ کہ یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُّبَیِّنَةٍ یُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَکَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ
یَسِیْرًا اور تمام اہل اسلام صحت میں اس حدیث کی متفق ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ نے فرمایا کہ یَا عَلِیُّ حَرْبُكَ حَرْبِیْ وَسِلْمُكَ سِلْمِیْ عائشہ نے علی ابن
ابی طالب علیہ السلام سے بے سبب اور بے وجہ لڑائی کی اور بہت خلق خدا ماری
گئی اے ابراہیم اور اے ابو یوسف ابی بکر اور عمر باتفاق چند فساق کے کہ منافقان
صحابہ سے تھے۔ مرتکب امر خلافت کے ہوئے اور تمہارے زعم میں امام تھے اور
علی بن ابی طالب وصی رسول اور خلیفہ اور برادر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ کے اور امام تمام خلائق کے تھے۔ کیا جن اور کیا انس بموجب حکم خدا و نص
رسول کے اور اجماع امت ہے خلافت اور امامت علی علیہ السلام میں اگرچہ
تم مخالف ہو ولیکن ان حضرت کو خلیفہ چہارم جانتے ہو۔ اور عالم ترین اور شجاع
ترین اور متقی ترین اور پرہیزگار ترین اور قریب ترین رسول اور سخی ترین
ان حضرت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ اور خدائے تعالیٰ نے عصمت اور طہارت پر حضرت
کی گواہی دی ہے آیۂ تطہیر میں اور کفر اور نفاق غیروں میں اجماع تمام اہلبیت کا ہے اور
صحابۂ کبار دیندار کا بھی اتفاق ہے۔ غیروں کے کفر اور نفاق پر اور صحابۂ کبار دیندار وہ ہیں
کہ رسولخدا نے ان صحابہ کے فضائل میں بہت کچھ مبالغہ فرمایا ہے۔ مثل سلمان اور ابی
ذر اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس اور خالد بن سعید العاص اور اُبی بن
کعب اور جابر انصاری اور سعد بن عبادہ اور قیس بن سعد اور مالک اشتر نخعی

ــــہ پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۴ در ربع آیت ۳۳

ــــہ پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب رکوع ۲ ۱۱ آیت آخر پارہ

ــــہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ در مطبع ... مصر ...

اور ابو ایوب انصاری اور محمد بن ابی بکر اور باقی اور اصحاب کہ کلام انکا دین میں سند ہے
اور اسی طرح پر بعضے اشخاص اس امت میں سے کہ پیرو اہلبیت کے ہیں متفق ہیں اس پر
کہ ابی بکر اور عمر اور عثمان منافق حیاتِ رسول خدا ہیں۔ اور بعد وفات رسول اللہ کے
کافر ہو کر دنیا سے گئے اے ابراہیم علی بن ابی طالب علیہ السلام کو باتفاق دوست اور دشمن کے
خلیفۂ خدا اور وصی بحق رسول ہیں۔ اور امام خلائق ہیں۔ پس جو عورت کہ خلاف حکم خدا اور رسول
کے مسلح ہو کر لشکر کشی کر کے امام بحق سے لڑائی اور جنگ کرے باتفاق تمام اہل اسلام کے
کافرہ ملعونہ ہے۔ اور بلاشک جہنم میں رہیگی۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ اے حنیفہ شرم کر کہ اگر کوئی
شخص خواب میں دیکھے کہ قدم رسول خدا میرے گھر میں آئے ہیں۔ تو وہ شخص امیدوار مغفرت کا
ہوتا ہے۔ اور امید نجات کی رکھتا ہے۔ اور دوسرے یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جس شخص
نے میری جلد کو مس کیا ہوگا آتش دوزخ اس پر حرام ہے۔ اور عائشہ اور حفصہ کہ بر سول
ہمخوابہ اور ہمدم اور ہم بستر اور مدخولہ رسول خدا رہی ہیں کیونکر کافرہ ہو سکتی ہیں اور دوزخ
میں رہ سکتی ہیں۔ حنیفہ نے کہا کہ اے ابراہیم ہمخوابہ اور ہمدم ہونا اور ملازمت اور محافظت رسول خدا
کی موجب مغفرت اور خلاصی دوزخ سے ہو سکتا ہے واسطے اس آدمی کے کہ جو دل اور زبان
سے رسول پر ایمان لایا ہوئے۔ اور رسول اور اہلبیت انکی سے منافق نہ ہوا ہوئے نہ وہ
شخص کہ جس نے کفر اور نفاق حاصل کیا۔ اور بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کے انکی اہلبیت سے برائیاں کیں ہوں وہ قابل خلاصی دوزخ کے ہوگا۔ آ
ابراہیم نوح علیہ السلام کہ شیخ المرسلین تھے۔ اور پیغمبر اولی العزم۔ اور لوط علیہ السلام
پیغمبر مرسل تھے۔ اور ان دونوں پیغمبروں بزرگوار کی بیبیاں منافقہ تھیں اور
یہ دونوں پیغمبروں سے اولاد رکھتی تھیں۔ اور عائشہ اور حفصہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم سے اولاد نہ رکھتی تھیں۔ اور نوح علیہ السلام کی بی بی کا نام والعہ
تھا۔ اور لوط علیہ السلام کی بی بی کا نام والیہ اور والعہ اور واہلہ بھی کہا ہے اور

اوران بی بیوں سے زنا اور فجور وقوع میں نہیں آیا اس پر سب کا اتفاق ہے
فقط گناہ انہوں کا یہ تھا کہ راز اپنے شوہروں کا فاش اور ظاہر کرتی تھیں اور اپنی
قوم کو خبر دیتی تھیں ان کے راز سے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ضَرَبَ
اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَۃَ نُوْحٍ وَّامْرَاَۃَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ
مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتَاھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ
ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ یعنی مضمون اور مدلول اس آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ زنان
نوحؑ اور زنِ لوطؑ کہ عقد میں ان ہر دو بندۂ صالح کی تھیں۔ اور خیانت انہوں سے ظہور میں
نہ آئی۔ اور خدائے تعالیٰ بطور مثال کے فرماتا ہے کہ یہ دونوں پیغمبر بزرگوار ان دونوں
عورتوں کی شفاعت نہ کرینگے۔ خواہ وہ داخلِ بہشت ہوں خواہ داخل دوزخ ہوں مثل کافروں
کے اے ابراہیم بسبب ان مزخرفات اور مہملات کے امر نبوت اور خلافت امامت کو ضائع
نہ کرنا چاہیے۔ یہ برائیاں اور فضیحت اور قباحت زنِ نوحؑ اور لوطؑ سے کب وقوع میں آئی
ہیں۔ جو کہ بعد رسولؐ خدا کے عائشہ سے وقوع میں آیا کہ خود آراستہ ہو کر شتر پر سوار
ہوئیں اور لشکر جمع کیے۔ اور وصی رسولؐ اور بھائی اور ابنِ عم پیغمبرؐ سے بلا سبب لڑائی
کی۔ اور کتنے ہی ہزار مومن اور منافق قتل کرائے اور بعد اس کے اپنے باپوں کو ظلم اور
تعدی سے حرم رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں دفن کیا۔ اور بعد اس کے پھر
شتر پر سوار ہو کر باتفاق بعضے منافقین بنی امیہ کے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے
جنازہ پر تیر مارے۔ اور نور دیدۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گھر میں دفن نہ ہونے دیا
باوجودیکہ حضرت رسولِ خدا جد تھے جناب امام حسن علیہ السلام کے چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ
علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اے عائشہ تَجَمَّلْتِ
تَبَغَّلْتِ تَفَیَّلْتِ لَکِ التُّسْعُ مِنَ الثُّمُنِ فَفِی الْکُلِّ تَصَرَّفْتِ یعنی شتر پر سوار
ہو کر امام مجتبیٰ اور ولی خدائے مطلق سے لڑی اور پھر گدھے پر سوار ہوئی اور تابوت

پارہ ۲۸ سورۂ تحریم رکوع ۲ آیت ۱۰

فرزند رسولؐ خدا پر تیر باران کیئے تونے اور اگر تو زندہ رہی تو ہاتھی پر بھی سوار ہوگی اور
تجھ کو نو عورتوں میں سے نواں حصّہ آٹھویں حصّہ سے پہنچتا تھا - لالچ سے سب کا
حق لیکر از روئے غیر واجبی اور غضب کے اس پر تو متصرف ہوئی اے ابراہیم
جو شخص کہ مضائقہ کرے کفر عائشہ میں بلاشک وہ شخص قائل وحدانیت خدا اور
نبوت رسولؐ اور قیامت اور حشر اور بہشت اور دوزخ اور وعدہ وعید کا نہیں ہے
پس وہ شخص کافر ہے کیونکہ عائشہ ایسی تھی کہ حالت حیات میں حضرت رسولؐ خدا اس سے
کبھی رضامند اور خوش نہیں ہوئے اور اس میں کسی طرح کا دغدغہ نہیں ہے اور یہ
آیت صریح ہے اور شاہد ہے اس معنی پر کہ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا[۲]
خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ یعنی تو اگر انکو طلاق دیگا - تو میں تجھکو ان کے بدلے میں بہتر انہوں سے دونگا
اے ابراہیم جو تو حقیقت حال عائشہ غاصبہ سے آگاہ ہوا تو جاننا چاہیئے کہ دفن ہونا ابی بکر
اور عمر کا حرم رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں محض ظلم اور عداوت اور کفر اور فساد
دین میں ہوا ہے ! اور اے ابراہیم جو کچھ تجھکو معلوم ہو اور بیان کر ابراہیم نے کہا کہ لئے جسکے
خداوند عالم نے آیۂ غار میں ابی بکر کو صاحب رسولؐ یعنی ہمراہی رسولؐ کہا اور اس وجہ
سے بہت فضائل ہیں واسطے ابی بکر کے جسنے کہا کہ قسم ہے خدا کی آیۂ غار[۴] سے
ابی بکر کو کچھ بزرگی اور فضیلت حاصل نہیں ہے - بلکہ ظاہر آیت سے خرابی ایمان
ابو بکر کی رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ثابت ہوتی ہے خیر بیان کر اے ابراہیم
وہ فضائل ابی بکر کے کونسے ہیں - ابراہیم نے کہا کہ کلام مجید ناطق ہے اس آیت
سے کہ[۳] اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ
اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ
مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ
تَرَوۡہَا اوّل ہمراہی اسکی ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہ

[۲] پارہ ۲۸ سورۂ التحریم رکوع ۱۹ آیت ۵ -

[۳] پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۲ آیت ۴۰ -

اگر کسی اور دوسرے کو اس سے زیادہ تر رسولؐ خدا دوست جانتے تو اسکو اپنے ساتھ لے جاتے کہ انیس اور جلیس ان کا ہوتا۔ اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ خدائے تعالی نے ابی بکر کو صاحب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ کہا اور تیسرے یہ ہے کہ خدا اور رسول نے اس کو غمگین اور محزون نہ رکھا۔ اور واسطے دفع خوف ابی بکر کو کہا لا تحزن یعنی غمگین نہ رہ اور فضیلت چوتھی یہ ہے۔ کہ ان اللہ معنا یہ لفظ جمع کہا کہ یعنی خدا ہمراہ ہمارے ہے۔ پس معنی اس کے یہ ہوئے کہ خدا ہمراہ رسولؐ اور ابی بکر کے ہے اے حسنیہ یہ کمال بزرگی حاصل ہے ابی بکر کو کہ اس آیت سے ابتو تجھکو فضیلت میں اس کے کچھ عذر نہیں ہے حسنیہ ہنسی اور اس سے کہا کہ اے ابراہیم جواب اس کا سن یہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور جو لوگ صاحب عقل کامل ہیں۔ ہرگز گمراہ نہ ہونگے اور بسبب ان مناقب کے ایسے شخص کو افضل امت نہیں کہہ سکتے۔ اور خاندان معصومین پر مقدم نہیں جان سکتے ہیں۔ پہلی فضیلت جو تو نے بیان کی کہ رسول محمد صلعم ابی بکر کو اس واسطے اپنے ہمراہ لے گئے کہ زیادہ تر دوست رکھتے تھے۔ واللہ تو غلط کہتا ہے اور جس کسی نے یہ اعتقاد کیا ہے غلطی کی ہے۔ اے ابراہیم جان تو کہ جبرئیلؑ جانب رب جلیل سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آج رات کو کفار تیرے قتل کے ارادہ پر آویں گے۔ تم اپنے اصحابوں سے کہدو کہ آج شب کو کوئی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ اور حکم خدا ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام کہ آپ کا برادر یہ جان برابر ہے۔ تمہارے بستر پہ بجائے تمہارے آرام کرے اور وہ شخص کہ جو تم پر اپنی جان فدا کرتا ہے۔ وہ علی بن ابی طالبؑ ہے اور اے حبیب میرے تو روانہ ہو طرف فلان غار کے مع چند شرطوں کے کہ مشہور ہیں الغرض جب شب قریب آئی تو آپ نے سب اصحابوں کو بلایا۔ اور فرمایا کہ آجکی رات میرے اصحاب اور احباب میں سے کوئی اپنے گھر سے باہر نہ ہووے۔ خدا تعالی کی اسمیں کوئی مصلحت

ہے یہ ارشاد حضرت کا سنکر سب اصحاب اپنے اپنے گھر کو چلے گئے اسوقت رسولخدا صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا اور فرمایا کہ یا علی حکم خدا ہوا ہے کہ تو میرے بستر
پر آرام کرے۔ تاکہ میں شر کفار سے محفوظ اور مصئون ہو کر شہر مکہ سے نکل کر فلان غار
میں جاؤں۔ جب حضرت علی نے یہ کلام سید الانام سے سُنا تو مطلق ناگوار خاطر نہ گذرا
اور بہت خوش ہوئے۔ بطیب خاطر نہایت اخلاص اور محبت سے کہا کہ ہزار جان میری
فدائے حکم خدا اور نفس رسول کے ہوں اور باوجود کمسنی کے خائف اور ہراسان نہ ہوئے
حضرت رسالت مآب صلعم نے حضرت شاہ ولایت کو گود میں لے لیا اور منہ چوما اور بہت
روئے۔ اور کہا کہ یا علی مینے تجھے خدا کو سونپا۔ اسوقت شیر خدا کو بجائے اپنے بستر پر اپنے
سلا کر حضرت روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی راہ آپ نے قطع فرمائی تھی کہ آپ نے دیکھا
کہ ایک شخص پیچھے سے چلا آتا ہے۔ حضرت نے توقف فرمایا جب وہ نزدیک آیا تو
دیکھا کہ ابی بکر صاحب ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابی بکر کیا حکم خدا مینے تمکو نہیں
سنایا کہ تم اپنے گھروں سے باہر نہ نکلنا پس کس لیئے مخالفت کی تو نے حکم خدا سے ابی بکر نے
کہا یا رسول اللہ میرا دل آپکی طرف سے خائف اور ہراسان تھا مجھ سے ضبط نہ ہو سکا
اور میرے دل نے نہ مانا کہ آپکو چھوڑ کر گھر میں بیٹھا رہوں۔ اسوقت پیغمبر خدا حیران
تھے کہ اب کیا کیا جاوے۔ کسواسطے کہ حکم الہٰی نہ تھا۔ کہ کسی کو ہمراہ اپنے غار میں
لیجاویں۔ اسی وقت جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ قسم ہے خدا کی اگر اسکو
تم چھوڑ جاؤ گے تو کفار اسکو اپنے ہمراہ لیکر آویں گے۔ اور تجھ کو قتل کر ڈالیں گے
لہذا پیغمبر خدا ضرورتاً اسکو اپنے ساتھ لیکر غار میں داخل ہوئے۔ اے ابراہیم
صاف ظاہر ہے کہ ابی بکر نے خلاف حکم خدا اور رسول کے کیا۔ اور گھر سے
باہر آیا۔ اور یہ جو میں نے بیان کیا ہے۔ اس پر اجماع ہے اُمت کا کہ پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بالضرورت اسکو لے گئے کہ مبادا اسکو کفار گرفتار

کرلیں اور یہ امر موجب رسوائی مصلحت خدا کا ہو جاوے ۔ اور دوسرے اور سُن کہ اے
ابراہیم حضرت پروردگار نے نفاق ابی بکر اور اس کے یاروں کے نفاق سے اپنے
رسوؐل کو خبر دی تھی ۔ کہ جو بعد رسوؐل کے انہوں سے واقع ہونیوالا تھا نسبت اہلبیت
علیہم السلام کے ۔ اور علاوہ اس کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابی بکر سے مطمئن بھی نہ تھے
ضرور تا اسکو اپنے ہمراہ لے گئے ۔ اور آیت يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۱
اور کتنے ہی آیات دیگر نفاق میں انہوں کے نازل ہوئے ہیں ۔ اے ابراہیم پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ و آلہ مستغنی تھے ہمنشینی اور محبت اسکی سے اور اُنس اور محبت حضرت کا اللہ تعالیٰ سے
تھا اور انیس اور جلیس ان حضرت کے جبرئیل تھے ۔ اور آیہ وَجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا
شاہد عادل اس حال کی ہے ۔ اے ابراہیم اس پر کہ جو تو نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے اسکو
صاحب رسوؐل پڑھا جان تو کہ مجرد صحبت رسوؐل کے اسکو کچھ شرف اور فضیلت حاصل نہ ہو گی
اور اس صحبت میں کچھ دفع ضرر حضرت رسوؐل سے نہ کر سکا ۔ اور اعدائے دین سے محاربہ
اور مقابلہ نہ کیا اور کسی وجہ سے اعانت اور مدد بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کی نہ کر سکا ۔ جیسا کہ دوسروں سے قصص اور تواریخ میں مذکور ہے اس سے بھی ہوتا
ہے اور کافر کو صاحب اور ہمراہی مومن کا کہا جاتا ہے ۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا
ہے کہ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ ۲
مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا اور اسی طرح سورہ
سبا میں مذکور ہے کہ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ
هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ الخ اور دوسری جگہ فرماتا ہے
کہ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۳ اور اس قبیل سے قرآن مجید
میں آیات بہت ہیں ۔ عجب ہے تم سے اے ابراہیم کہ واسطے مشرکوں کے
کوئی دلیل فضیلت کی قائم نہیں کرتے ہو ۔ کیونکہ ابی بکر بھی باطناً مشرکین میں

۱ پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۱۷ بعد نصف آیت
۲ پارہ ۱۵ سورۂ کہف رکوع ۵ بعد ثلث آیت
۳ پارہ ۲۲ سورۂ السبا رکوع ۶ بعد ثلث آیت

سے تھا اور دوسرے یہ ہے کہ زنِ نوح کافرہ تھی اور صاحبہ نوح تھی اور اسی طرح زنِ لوط
بھی کافرہ تھی۔ اور اسکو ہمراہ لوط کے صحبت تھی اور خر کو بھی صاحب کہا ہے اور یہہ
عرب میں بطور ضرب المثل کے ہوگیا ہے۔ بلکہ بِئْسَ لِصَاحِبِ الْحِمَارِ یعنی برا مصاحب
ہے گدھا اور سگِ اصحابِ کہف بھی مصاحب اصحابِ کہف کا غار میں تھا پس ابی بکر
کو کیا حاصل ہوگا ہمراہی رسول سے کہ جبراً اور قہراً حضرت کے ساتھ جانا پڑا باوجودیکہ
دلمیں نفاق بھرا ہوا تھا اے ابراہیم تیری فضیلت لفظ لَا تَحْزَنْ کو تو جانتا ہے۔ یعنی
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہایت شفقت سے اور مہربانی سے کہا کہ غمگین ہو
اے ابراہیم حُزنِ ابی بکر یعنی غمگین ہونا ابی بکر کا اس حال میں کہ ہمراہ رسول کے نہایت
خوف اور بددلی سے تھا پس طاعت تھی یا معصیت ابراہیم بسبب خوف اور دہشت
کے اسوقت چپ تھا۔ اور کچھ جواب نہ دیتا تھا۔ حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اگر حزن
اور خوف ابی بکر کا طاعت تھی تو پس حضرت رسالت نے اسکو طاعت اور خوف سے
منع فرمایا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاِعْتِقَادِ بھلا کب پیغمبر کسی کو طاعتِ خدا
سے منع کر سکتا ہے۔ اور اگر حزن اسکا معصیت تھا۔ اور خوف اور بیم بسبب سستی اعتقاد
اور بسبب نہونے ایمان کے خدا اور رسول پر تھا پس اسکو گناہ میں اس ہمراہی سے کیا
فضیلت اور بندگی حاصل ہوئی اور وَلَا تَحْزَنْ کا لفظ اسکو کیا فائدہ بخشتا ہے۔ اور
دوسرے اور سُن کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چاہنے والے طاعت کے
تھے نہ معصیت کے اور منع کرنے والے معصیت کے تھے نہ طاعت کے
اے ابراہیم حزنِ ابی بکر کا دلالت کرتا ہے کمی صبر پر اور نہ رضامند ہونے پر صحبت رسول اللہ
کے اور بخوبی ثابت ہے کہ اسکو قولِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ پر ہرگز اعتماد نہ تھا
کس واسطے کہ مقام اور سمت جانے کی رسول خدا نے اسکو بتلا دیئے تھے کہ ہم بحکم الٰہی متوجہ
اس غار کے ہوئے ہیں۔ اور اسمیں محفوظ اور معصوم رہینگے شر اعدا سے اور دشمنوں اور کافروں سے ہمکو

کسی طرح کا ضرر اور رنج نہ پہنچیگا اور دوسرے جو تم کہتے ہو کہ ابی بکر انیس اور جلیس رسول کا تھا اور پیغمبر اسکو بہت چاہتے تھے بسبب محبت کے غار میں اپنے ساتھ لے گئے پس یہ کیا تھا کہ ابی بکر نے نہ جانا اس بات کو کہ پیغمبر خدا واسطے محفوظ رہنے شر اعدا کے بحکم الٰہی غار میں گئے اور پھر جزع اور فزع کرتا تھا اور قریب تھا کہ پیغمبر خدا کو رسوا کرے بلکہ غرض اسکی چیخنے اور چلانے سے یہ تھی۔ کہ کفار مطلع اور آگاہ ہو جاویں۔ اور جو کہ مشیت خدا اور امر الٰہی تھا۔ لہذا خدائے تعالیٰ خود حافظ اور ناصر رسول اپنے کا تھا اے ابراہیم اگر ابی بکر کو پیغمبر خدا پر ایمان ہوتا۔ تو خدا سانپ کو اس پر مسلط نہ کرتا کہ اس کے پاؤں کو کاٹتا بلکہ خدائے تعالیٰ اسکو بچاتا زخم سانپ سے جس طرح سے پیغمبر کو نگاہ رکھا اور بچایا شر کفار سے باوجودیکہ ایک جماعت کثیرہ مکرر گرد غار کے پھری اور سراغ نشان پاؤں حضرت کا دروازہ پر پہچانا اور پھر بھی خدائے تعالےٰ نے انکو شر اعدا سے بچایا اور اے ابراہیم جو فضیلت دوسری تو نے بیان کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ابی بکر سے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے اور حافظ اور ناصر ہمارا ہے۔ جو یہ کلمہ بلفظ جمع واقع ہے تیرا ادعا ہے کہ خدا ہمراہ ابی بکر کے ہے جواب پہلا تو یہ ہے کہ لفظ جمع واسطے تعظیم رسول کے ہے اور غرض رسول کی یہ تھی کہ خدا حافظ اور ناصر میرا ہے اور بالفرض اگر شامل حال ابی بکر کے بھی ہو تو اسکو اس سے کیا فضیلت ملتی ہے کسواسطے کہ قرآن مجید میں صریح فرمایا ہے کہ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمْ چاہئے کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ راہ چلنے والوں سے تین آدمی نہیں مگر یہ کہ چوتھا انہوں میں خدائے تعالےٰ ہے۔ اور نہیں ہیں پانچ آدمی مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ چھٹا انہوں میں ہے۔ نہ کمتر ہیں انہوں سے اور نہ زیادہ تر ہیں انہوں سے مگر خدائے تعالےٰ ہمراہ انہوں کے ہے۔ اور یہ آیت شامل حال تمام کافروں اور یہود اور ترسا اور سب مومنین اور منافقین وغیرہ کے ہے پس ابی بکر کو اس آیت

پ ۱۰ پارہ ۱۰ سورہ توبہ بعد النصف ۱۲

پ ۲۸ پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع اول ربع آیت ۸

سے کیا حاصل ہؤا اور اس کے دوستوں کو کیا فائدہ پہنچا اے ابراہیم اور جان تو کہ مسجد
رسول اللہ غار سے مرتبہ میں ہزار درجہ بہتر ہے اور ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
کے مسجد میں جمع ہوتے ہیں مومن اور منافق اور کفار بھی اور اسی طرح جمع ہوتے ہیں کشتی
میں ہمراہ نبی کے شیاطین اور بہائم وغیرہ کے اے ابراہیم مثلاً کسی شخص کا ایک جانور بھی
ہمراہ ہو مانند گھوڑے یا اونٹ یا گدھے کے اور وہ بسبب خوف رہزنوں یا چوروں
کے کسی گھر یا جنگل میں پناہ لیوے اور کہے کہ خدائے تعالےٰ ہمراہ ہمارے ہے اور
ہمکو بچاوے اس منزل یا جنگل میں یعنے مجھ کو اور میرے اس جانور کو جو میرے ہمراہ
ہے تو اس جانور کو کیا شرف اور بزرگی ہے اس کلام سے جب نوبت گفتگو حسنیہ کی
اس مقام پر پہنچی تو ہارون بہت خوش ہؤا اور ہنسا باوجود اس کے کہ وہ بڑا متعصب تھا
اور اہلبیت نبوت سے عداوت رکھتا تھا مگر خدائے تعالےٰ نے کہ مقلب القلوب
ہے اس کو حسنیہ پر ایسا مہربان کیا تھا کہ اگر اس کو خیال طعنہ زنی خلائق کا نہ ہوتا تو
باوجود منصب خلافت اور سلطنت کے بلا لحاظ اُٹھ کھڑا ہوتا اور گرد حسنیہ کے پھر
کر قربان ہوتا۔ دوسرے بار حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم ادھر دیکھ کہ ہنوز مطاعن
ابی بکر کے آیۂ غار میں بہت ہیں اور سب سے زیادہ دلیل رسوائی کی واسطے
بے نصیب ہونے ابی بکر کے ایمان سے یہ ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلَيْهِ یہ خود رجوع ہے طرف حضرت رسالتؐ کے کہ ضمیر واحد مذکر مجرور کی یہ
ہے۔ اور یہ دال ہے اس پر کہ انزال سکینہ ابوبکر پر نہیں ہؤا اور اس سے وہ
بے نصیب ہے۔ اور اگر ابی بکر پر انزال سکینہ ہوتا تو فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلَيْهِمَا ہوتا اور بجائے ضمیر واحد مذکر مجرور کے ضمیر تثنیہ مذکر مجرور کی متصل ہوتی
واللہ کہ یہ دال ہے کفر اور عدم ایمان ابی بکر پر بہ این وجہ کہ اللہ تعالےٰ
دو جگہ پر قرآن میں اخبار فرماتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ

پر انزال سکینہ کیا ہے۔ اوّل اس آیت میں کہ جو گزری غار میں اور دوسری غزا حنین میں جبکہ لشکر اسلام نے شکست پائی اور ابی بکر و عثمان اور بہت سے صحابہ میں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو درمیان کافروں کے چھوڑ کر بھاگ گئے مگر حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام اور اُناسی آدمی دیگر دوستان اور محبان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور جو صحابہ میں سے کہ مومن تھے وہ نہ بھاگے۔ اور ملازمت امیر المومنین حیدر کرار میں ثابت قدم رہے اور قدم ہمت اور مردانگی کا میدان جنگ و جدال میں مضبوط اور محکم رکھا اور سر اور جان کی کچھ پروانہ کی۔ اور لڑتے رہے اسوقت اللہ تعالےٰ جلشانہ نے ان کے حق میں فرمایا۔ کہ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اور اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا ابی بکر کا سکینہ سے ہے بلکہ خروج اس کا ہے ایمان سے اور تم اس سے غافل ہوگئے ہو اے براہیم جو بروز حنین اور سوائے اس کے ہمراہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مومنین موجود تھے انزال سکینہ رسولخدا اور مومنوں پر ہوا ہے اور غار میں سوائے ابی بکر کے دوسرا مومنوں میں سے ہمراہ حضرت کے نہ تھا پس فرمایا کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ اور ابی بکر کا مطلق ذکر نہ فرمایا اور اگر ابی بکر فی الحقیقت ایمان ہوتا تو قسم خدا اور رسول کی ضرور تھا کہ بجائے ضمیر مفرد کے ضمیر تثنیہ کی ہوتی اور خدا تعالی علیہما کہتا اے ابراہیم جو حزن اور تزلزل اسکا غار میں خفا اور معصیت ہو

اور نہونا سکینہ کا اور زیادہ تو پس آیت غار سے اسکو کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ عدم ایمان اس کا
ثابت ہے اے ابراہیم اس قسم کی فضیلت اور منقبت اسکی تم بیان کرتے ہو کہ اس سے ابی بکر
کا کفر ثابت ہوتا ہے اور جو دیگر فضائل تم اس کے باب میں نقل کرتے ہو وہ بھی مثل اسی کی ہیں
اسطرح کے مزخرفات کو تم چُن چُنکر نظر خلائق میں جلوہ دیتے ہو اور احادیث موضوعہ کو
زبان عوام الناس پر جاری کرتے ہو۔ اور تم فضیلت تمام فاسقوں اور بدکاروں کی بلکہ اشد
کفار کی فضیلتیں خاندان اہل عصمت اور نبوت پر ثابت کرتے ہو اور علی ابن ابیطالب
علیہما السلام نے کہ جان اپنی حضرت رسول خدا پر فدا کی تھی۔ اور بستر پر بجائے رسول خدا
کے سوئے کہ کفار انکو رسول خدا جانکر قتل کریں۔ اسوقت حق سبحانہ تعالےٰ نے فخر و مباہات
کیا تمام ملائکہ آسمان و زمین سے کہ اے گروہ ملائکہ میں نے ہر ایک فرشتہ کو تمہارے ساتھ نسبت
برادری کی دی ہے آیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جان کو اپنے دوسرے بھائی پر فدا کرے
کہتے ہیں کہ کسی فرشتہ نے اس کا جواب نہ دیا حکم خدا ہوا کہ جاؤ تم اور دیکھو علی ابن ابیطالب
کو کہ اپنی جان کو کس طرح سے میرے حبیب اور رسول پر فدا کیا ہے اسوقت بموجب
حکم پروردگار کے ملائکہ مقربین درگاہِ احدیت سے گروہ گروہ زمین پر نازل ہوتے
تھے اور زیارت جناب امیر علیہ السلام کی کرتے تھے۔ اور حضرت پر درود و سلام
بھیجتے تھے۔ اور جب حضرت امیر علیہ السلام بستر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
پر راحت فرما ہوئے تو اسوقت خداوند عالم کا حکم ہوا کہ جبرئیل اور میکائیل کو کہ
ایک تم میں سے جانب سر حضرت کے رہے اور دوسرا جانب پائے مبارک حضرت
کے مقام کرے اور حفاظت کریں میرے عبد خاص علی ابن ابی طالب علیہما السلام
کی شر اعدا سے اے ابراہیم عبد اللہ بن عباس نے روایت کی ہے کہ اسمٰعیل نے
ذبح ہونا اپنا ہاتھ خلیل سے قبول کیا باوجود مرتبہ نبوت اور خلت کے اور اسمٰعیل
یہ بھی جانتے تھے کہ مجھ سے کوئی جرم بھی صادر نہیں ہوا ہے جس سے مستحق

قتل کا ہوں اور امیر المومنین نے قتل ہونا اپنا تلوار مشرکین سے قبول کیا اور یہ سب کافر بدین تھے۔ اور ہمیشہ درپے قتل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کے رہتے تھے اور یہ کافر دشمنی حضرت علیؑ سے زیادہ رکھتے تھے ایسے وقت میں حضرت علیؑ نے جان نثاری کی اور اپنی جان سے جان رسولؐ خدا کی حمایت کی اور یہ آیت اس شب کو حق علیؑ میں نازل ہوئی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ الخ اور یہ تمہاری سب کتابوں اور تفسیروں میں لکھا ہے کس واسطے تم ظاہر نہیں کرتے ہو اور ان فضائل کو بیان اور عیان نہیں کرتے اور جو شب غار میں امیر المومنین مقام پیغمبر پر تھے اور جان اپنی کو ان حضرت نے جانِ پیغمبر خدا پر فدا کیا تھا اور جان سے حمایت ان حضرتؐ کی کی اور بستر رسولؐ پر خلیفہ اور قائم مقام سب اہل و عیال ان حضرتؐ پر حضرت امیرؑ تھے اور ایک جماعت بہت اہل حرم کو اور اسباب اور شتر اور بکریوں وغیرہ ان حضرت کو تنہا مکہ معظمہ سے لیکر مدینہ میں پہنچایا اور اثنائے راہ میں گروہ گروہ کفار بارادۂ قتل و غارت حضرت امیر علیہ السلام کے آتے تھے اور کسی کو یہ طاقت اور مجال نہ تھی کہ حضرتؑ سے ایک ڈورہ بھی لے سکے سب اسباب کو حضرتؑ نے بجنسہٖ بصحت و سلامت مدینہ میں پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پہنچایا۔ اگر کسی کو مہاجر کہیں تو مہاجر کہہ سکتے ہیں اگر یہ فضائل اسمیں ہوں تو مہاجر ہو سکتا ہے پس جبکہ حضرت علی علیہ السلام بستر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر قائم مقام ان حضرتؐ کے تھے اور واسطے پہنچانے اہل و عیال پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مدینہ میں قائم مقام ان حضرتؐ کے تھے۔ اور سورۂ برأت کے پہنچانے میں واسطے کفار کے بحکم الٰہی قائم مقام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے رہے پس کس سبب سے بعد رسولؐ خدا کے خلیفہ اور قائم مقام نہوں۔ اے ابراہیم جاننا چاہیے کہ ابوبکر غار میں ہمراہ رسولؐ خدا کے تھا اور ان حضرت کے ہمراہ مدینہ کو گیا یہ امر صحیح اور درست نہیں ہو سکتا۔ کہ ایسے شخص کو مہاجر کہیں۔

پ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۵

مباحثہ کلام اللہ کے باب میں کہ حادث ہے یا قدیم

یہ مہاجر ہے بسبب اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا
اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اے ابراہیم سن کہ ہجرت
رسولخدا کی ہمراہ خدائیتعالی کے تھی اور ہجرت مومنونکی رسولخدا کے ساتھ اور جو شخص کہ ہجرت رسول
کے ساتھ کرے تو چاہیئے کہ ہجرت اسکی بعد ہجرت رسول سے ہو اور جبکہ ابی بکر ہمراہ رسول خدا
کے مکہ سے باہر گیا تو جائز نہیں ہے کہ شریک رسولخدا ہو ہجرت میں کسواسطے کہ ہجرت
رسول خدا کی ہمراہ خدا کے تھی اس لئے کہ ابی بکر ملازم اور خادم تھا ان حضرت کا
اور رسول خدا واسطہ تھے درمیان خدائے تعالےٰ کے بلا واسطے اور جو کہ ابی بکر
ملازم اور پرستار تھا رسول خدا کا پس جائز نہیں ہے کہ شریک ہو جاوے
ہجرت میں اور ہجرت ثابت نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ اپنے مسکن سے بعد از رسولخدا
ہجرت نہ کرے۔ اور جو کوئی رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے ہجرت کرے
تو اسکو بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مہاجر ہے۔ حسنیہ نے جب یہ کلام اپنا اس مقام
تک پہنچایا تو ہارون نے یحییٰ وزیر کو اپنے قریب بلایا اور کہا کہ اے یحییٰ حسنیہ نے
کسی طرح پر کمی نہیں کی دلائل بیان کرنے میں امامت پر میرے ابن عم کی اے یحییٰ
اگر حسنیہ ہمارے طریقہ پر ہوتی تو البتہ میں اسکو اپنے نکاح میں لاتا یحییٰ نے کہا
اے امیر یہ جس طریقہ اور راہ پر ہو انعام اور اکرام اس پر کرنا واجبات سے ہے بعد
ازاں ہارون نے ابراہیم سے کہا کہ اے ابراہیم حقیقت مسئلہ قضا و قدر کی اور مضمون
اور دلالت آیت غار کا جو کچھ بیان ہوا وہ مجھکو معلوم ہوا اب کیا کہتا ہے تو مقدمہ
کلام اللہ میں کہ وہ حادث ہے یا قدیم ہے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ حقیقت اس مسئلہ کی
بھی مجھکو معلوم ہو جاوے اسوقت ابراہیم بسبب ندامت اور خجالت کے خاموش تھا
یحییٰ نے کہا کہ اے ابراہیم یہ کیوں نہیں کہتا کہ کلام خدا قدیم ہے یا حادث ہے
ابراہیم نے کہا کہ میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ خدا قدیم ہے اور کلام بھی اس کا قدیم

ہے کہ اسوا سطے کہ کلام غیر حروف اور اصوات کے ہے اور کلام صفت خدا کی ہے اور قائم ہے
ساتھ ذات خدا کے اور صفات اسکی بھی قدیم ہے اور یہ حروف مکتوب کہ قرآن میں ہیں
دال ہیں کلام خدا پر اور اعتقاد ہمارا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ قبل از پیدائش مخلوقات کے امر
کرنیوالا تھا اور نہی کرنے والا تھا جب ابراہیم نے یہ بیان کیا تو ہارون نے اسکی طرف
سے منہ پھیر لیا اور یہ بیان ابراہیم کا اسکو پسند نہ آیا۔ کیونکہ ہارون اصل میں معتزلی
تھا اور کہا کہ اے حسنیہ تو کیا کہتی ہے اس مقدمہ میں حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم
قوم نصاریٰ نے تین قدیم ثابت کئے ہیں اور خدائے تعالیٰ سرزنش اور تکفیر کرتا ہے
انہوں کی کہ تمہارے شریک اور ہم پلہ ہیں شمار میں کہ فرماتا ہے حق تعالیٰ لَقَدْ
كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ اور ان تین قدیم سے ایک اقنوم الاب
ہے اور ایک اقنوم الابن ہے اور ایک اقنوم روح القدس ہے اوّل سے خدا
تعالیٰ کو مراد لیتے ہیں اور دوسرے سے عیسیٰ کو اور تیسرے سے جبرئیل کو اور کہتے
ہیں کہ اگر تین قدیم نہوں تو خدا کو نقصان لازم آتا ہے اور جو کہ تم اشاعرہ ہو تم نے
نو قدیم ثابت کئے ہیں اور وہ یہ ہیں ذات اور قدرت اور علم اور حیات اور ارادت
اور ادراک اور کلام اور سمع اور بصر اور ان سب کو تم قدیم جانتے ہو پس تین مرتبہ
تمہارا کفر ثابت ہے موافق حکم صریح قرآن مجید کے اور تم چھ درجے قوم نصاریٰ
سے کفر میں بڑھے ہوئے ہو اے ابراہیم قسم خدا کی کب کلام خدا قدیم ہو سکتا ہے کس واسطے
کہ کلام خدا نزدیک اہلبیت علیہم السلام اور تمام اہل عقل کے یہ حروف منظوم ہیں کہ مکتوب
ہیں کتابوں میں اور اعتقاد ہمارا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ ایجاد کرے حروف
اور اصوات منظوم کو کسی جسم میں جسموں سے پس ذات خدا کو اس اعتبار سے
متکلم کہتے ہیں۔ اور جو کہ کلام مرکب ہے حرفوں سے البتہ مرتب ہوئے اور بعضے مقدم
اور بعضے موخر اور جس چیز میں کہ تقدیم اور تاخیر ہو وہ البتہ حادث ہے اور دوسرے یہ کہ امر اور نہی

سپارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۱۰ ابو عمرش ۱۲

اور اخبار خدائیتعالیٰ کے حادث ہیں باین وجہ کہ محال ہے معدوم کو واسطے کسی شے کے
امر کرنا اور کسی شے سے نہی کرنا اور قرآن معجزہ محمد صلعم کا ہے اور محمد صلعم محدث ہے پس کیونکر
ہو سکتا ہے۔ کہ معجزہ انکا قدیم ہو اور اگر کہا جاوے کہ قدیم درمیان دو دفتیوں کے ہے تو یہ
بھی غلط ہے اسواسطے کہ مابین الدفتین کتابت ہے اور ظاہر ہے کہ کتابت محدث ہے
اور اگر کہا جاوے کہ حروف اور صوت ہے تو بھی محال ہے کہ حروف اور صوت قدیم ہوں
کسواسطے کہ بعضے بعضے پر مقدم اور موخر ہیں اور بعضے سابق اور بعضے لاحق اور ہر ایک
ساتھ زمانہ کے منتہا ہے اور محصور ہے اور جو چیز ایسی ہوتی ہے وہ قدیم نہیں ہے اور
اگر کہا جاوے کہ معنی اسکی قدیم ہے کہ مکتوب اور حروف اور صوت سے پیدا ہوتی ہے اور سمجھی
جاتی ہے اور وہ معنی یا امر ہے یا نہی یا قصص یا اخبار یا وعدہ یا وعید یا ناسخ یا منسوخ اور جیسے
کہ ہم کہیں کہ محال ہے معدوم کو کسی چیز کے ساتھ وعدہ کرنا اور وعید کرنا کسی چیز کا کسی چیز
کے ساتھ اور کسی چیز سے نہی کرنا اور یہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ فَلْيَاتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ
اور مراد حدیث سے قرآن ہے اور حدیث مقابل میں قدیم کے ہے اور جو کچھ کہ حدیث ہے وہ
قدیم نہیں ہو سکتا ہے اور اسی طرح خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ مَا يَاتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ
مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اور ذکر سے مراد قرآن ہے بدلیل اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ اور محدث برابر قدیم کے ہے اور اگر قرآن قدیم ہو تو انبیاء
اور صلحا اور فساق اور فجار اور سب کفار کہ ذکر انہوں کا قرآن میں فرمایا ہے
سب کا قدیم ہونا چاہیے۔ اور دوسرے یہ کہ کہا تو نے کہ خدائے تعالیٰ قبل از پیدائش
مخلوقات کے امر کرنیوالا اور نہی کرنے والا تھا۔ اور کہتا تھا کہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا اور يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا اور يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ
اور يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا
اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اے ابراہیم اگر کوئی شخص اکیلا اپنے گھر میں بیٹھ

کرکے کہ اے سالم آ - اور اے غانم جا - اور اے قابل اُٹھ - اور اے مقبول بیٹھ اور دوسرا شخص اس سے پوچھے کہ تو کس کو بلاتا ہے اور کس سے باتیں کرتا ہے اور وہ یہ کہے کہ میرے دل میں یہ سب باتیں ہیں کہ بعد تیس سال کے چند غلام خریدوں گا - اور ان کا نام سالم اور غانم اور قابل اور مقبول رکھوں گا اور اسوقت ان غلاموں کو اس طرح پہ آواز دیکر بلاؤں گا اور اس طرح پر ان سے وہ شخص باتیں کرتا ہے پس ایسے آدمی کو کہ جو معدوم سے مخاطب ہو اور کلام کرے صاحب عقل اس کو احمق اور مجنون کہتے ہیں - اے ابراہیم کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ افعال بیوقوفوں اور مجنونوں کے خدا سے نسبت کئے جاویں بسبب ان مطالب اور مدعا تمہاری کے کہ جن سے تمکو غرض ہوئے - جب حسنیہ نے یہ بیان کیا تو ہارون نے حکم دیا کہ طبق زر لائیں اور حسنیہ کے سر پر نثار کریں - اسوقت سب بزرگانِ دولت اور عمائد مملکت کہ جو اس مجلس میں حاضر اور موجود تھے مدح اور ثنا حسنیہ کی کرتے تھے اور ہر طرف سے آواز تحسین اور مرحبا کی بلند تھی اور اکثر سلاطین اور شہزادے کہ شہر و امصارِ بعیدہ سے دار الخلافت بغداد میں واسطے دیکھنے مناظرہ حسنیہ کے آئے تھے اور اکثر کے دل میں محبت اہلبیت علیہم السلام کی تھی بیان حسنیہ سنکر زیادہ تر حقیت اہلبیتؑ رسالتؐ کی انکو ثابت اور معلوم ہوئی اور بوجہ خوف بنی عباس کے اپنے عقیدے اور طریقے کو ظاہر نہ کر سکتے تھے - سبھوں نے حسنیہ کو دعا دی اور تمام خلائق فصاحت اور بلاغت اور تقریر پاکیزہ اسکی سُن کر حیران تھے - اور اکثر علمائے اشاعرہ نے بسبب ندامت اور شرمندگی کے سر جھکا لیا تھا اور ابراہیم خجلت زدہ اور شرمندہ کرسی زرین پر بیٹھا ہوا تھا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم تو آج کے روز بڑا عالم ہے اور افضل اور اعلم اس زمانہ کا ہے اور میں ایک کنیز بیکس اور بے اعتبار ہوں کہ مجھکو فرقہ کافروں میں سے قید کرکے لائے ہیں اور میرے آقا نے جو

اسوقت اس مجلسِ شریف میں حاضر اور موجود ہے مجھکو بعوض چند درہم ناقص کے خرید کر طریقہ
روشن اہل اسلام کا تلقین اور تعلیم فرمایا اور میں شرفِ اسلام اور ایمان سے مشرف ہوئی اور مینے
معرفت واجب الوجود کی حاصل کی اور چشم بصیرت کھولکر پیغمبرؐ اور امام کو پہچانا اور معرفت
حاصل کی چند شبہہ میرے دلمیں ہیں بطور تحقیق اور استفادہ کے تجھسے پوچھتی ہوں نہ براہِ چھیڑ
اور امتحان ہو کے اسواسطے کہ میرے ان مشکلات کو تو دفع کرے تا اُسوقت مجھ پر واجب ہو
کہ حسبِ مقدور اپنی تیری تعریف اور توصیف کروں اور معلوم ہو مجھکو کہ تو بھی سوار ان اور یکتا ز ان
اس میدان سے ہے بعد اسکے میں تمام عمر تیری ملازمت میں رہوں اے ابراہیم سوال
میرا یہ ہے کہ جب فرزند اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے تو نہ اسوقت جہود ہے نہ ترسا اور
نہ مسلم ہے اور نہ مشرک ہے اور نہ سُنی ہے اور نہ شیعہ پس ماں باپ اور استاد اور مُعلّم اس
کو مسلمان یا کافر یا جہود یا ترسا یا مومن یا منافق کرتے ہیں۔ یا سوائے اسکے جو مذاہب
مختلفہ چاہیں اسکو تعلیم کریں اور سُن اے ابراہیم جس شخص کا کہ اعتقاد باطل ہے ایک ان
دو حال سے باہر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ اعتقاد اپنے کو حق تصور کرے اور اس پر مضبوط
اور مستحکم رہے تا وقت مرگ اپنی کے دوسرے یہ کہ جانتا ہے کہ اعتقاد باطل ہے اور از
روئے مکر کے حق کو چھپاوے۔ اور آدمیوں کو اس اعتقاد پر فریفتہ کرے اور ان دو قسم
والوں کا مسکن دوزخ ہے پس آج کے روز جو کچھ تجھ سے سوال کروں بے تامل مجھ
سے بیان کر اور جوابدے اور یہ بھی جان تو کہ میں بتوفیقِ خدا دین پیغمبرؐ اور امام اپنے میں بالیقین ہوں
جیسا کہ مینے بیان کیا اور صراط اور حوضِ کوثر اور اہل دوزخ اور اہل بہشت اور اہل حق اور اہل باطل
کو مینے خوب پہچانا ہے ولیکن بسبب چند اختلاف کے کہ امت میں واقع ہو رہے ہیں مجھکو انمیں
تردد ہے اور عقل دفعتہً انکو نہیں پہنچتی ہے۔ اور میری طبیعت کو ایک خلجان پیدا ہوتا ہے لہذا
اسکی تحقیق میں تجھسے چاہتی ہوں کیونکہ مینے تیرے تراسی مسئلوں کا جوابدیا اور میں عاجز نہوئی
اب لازم ہے تجھکو کہ ان چند شبہات کو میری طبیعت سے ایسا نکال اور دفع کر کہ پھر مجھکو

یقین حاصل ہو جاوے اے ابراہیم بعد پہچاننے خدا اور رسولؐ اور امامؑ کے بنیاد مسلمانی کی
روزہ اور نماز اور خمس اور زکوٰۃ اور حج اور جہاد پر ہے چنانچہ مجھکو معرفت صوم اور
صلوٰۃ کی تو حاصل ہے حسب مقدور اپنی اسکو بجا لاتی ہوں اور اب امیدوار ہوں کہ بدولت
خلیفہ زمان مجھکو مال اور استطاعت بھی حاصل ہو جاوے کہ خمس اور زکوٰۃ اپنے مال کی اہل
استحقاق کو دوں اور بعد اسکے بتوفیقِ ایزدی سفر مکہ معظمہ کروں اور بعد طے مراحل اور منازل
شرائط مناسک حج کے بجا لاؤں اور جہاد کہ وہ بھی ایک رکنِ عبادات سے ہے اور وہ اب مجھپر
واجب ہوا ہے کہ باقبال و دولتِ خلیفہ زمان جو کوئی ارادہ توہین میرے دین کا کرے اس سے
جہاد کروں مگر جہاد تیغ و سنان سے عورتوں پر واجب نہیں ہے ولیکن البتہ سنانِ لسان
اور تیغ زبان سے جائز ہے اے ابراہیم جان تو کہ یہ تمام محنت اور مشقت کہ متحمل اسکی ہوئی ہوں
مثل سفر مکہ معظمہ اور قطع بعد مسافت اسکی کا اور دینا زکوٰۃ کا محتاجین اور فقراء کو اور
روزہ رکھنا ایام گرما میں اور وضو کرنا ایام سرمائے سخت میں اور نماز پڑھنا اور نماز میں وسوسوں
کا نہ کرنا اور یہ سب تکلیفات اپنے پر مینے واجب کی تا ماہیت اور حقیقت ایمان کی
پہچانوں اور طریق فرمانبرداری نہیں جانتی ہیں اور عالم نہیں ہوں کہ کون سچ کہتا ہے
اور کون جھوٹ کہتا ہے اور خانہ خدا کو کہ حقیقت میں وجود پیغمبرؐ کا ہے نہیں پہچانتی ہوں اور
وحی کہ جو پیغمبرؐ پر نازل ہوئی اس کا اعتبار مجھکو نہیں ہے اور عصمت اور طہارت اور
راستگوئی پیغمبرؐ پر مجھکو ایمان نہیں ہے۔ کس واسطے کہ یہ تمام زحمت اور تکلیف
بے فائدہ اٹھانا ہے اور کیا لذت اور مزا ان محنتوں اور مشقتوں میں میں
تصور کروں کیونکہ حال یہ ہے کہ جن لوگوں نے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کے خلاف کی ہے تخلف کیا ہے اور بہت خون ناحق کئے ہیں۔ اور
اموال کو غصب کیا ہے۔ اور اپنے پیغمبرؐ کی اہلبیت پر وہ ظلم اور جفائیں کی
ہیں کہ سب خلائق پر ظاہر ہے۔ اور مخالفت خدا اور رسول صلے اللہ علیہ و آلہ

کی کر کے کافر ہوئے اور سب کلمۂ شہادت کہتے تھے۔ اور نماز اور روزہ اور حج
اور جہاد بجا لاتے تھے اور بضرورت اظہار اسلام کرتے تھے۔ اور اب ان کو
امام اور پیشوا اور خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول کہتے ہیں۔ اور ان اختلافات کو
میں نہیں جانتی اور ان عقائد کو کہ مشہور کرتے ہیں نہیں پہچانتی۔ پس جاننا چاہیئے کہ
اول خدائے تعالیٰ دانا اور عالم سے مواخذہ کریگا کہ کسواسطے تم نے آگاہ نہ کیا میرے
بندونکو اور جو کہ زعم اہلسنت وجماعت میں تو بہت بڑا عالم اور فاضل ہے اور آج
کے روز پیشوا اور ہدایت کنندہ اہل زمانہ کا ہے مجھ سے بیان کر کہ وہ لوگ کہ جنہوں
نے واسطے اعتبار اور جاہ دنیا کے یا بوجہ تعصب اور دشمنی کے راہ حق کو چھپایا اور
مخالفت خدا اور رسولؐ سے کی پس ان پر لعنت خدا ہے۔ اور لعنت کرنا ان پر واجب ہے
یا نہیں ابراہیم نے یہ کلام حسنیہ کا سنکر سر نیچا کر لیا اسوقت سب خلائق ہارون کے
منہ کو دیکھتی تھی اور ہارون بھی اپنا سر نیچے کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ اسوقت حسنیہ کہنے لگی
کہ اے ابراہیم جواب دے مجھکو اس کا کہ اگر کوئی آدمی تحقیق احدیت کی پیدا کرے تو پس
یہ تحقیق از راہِ ہدایت اور عطائے خدائے تعالےٰ کے ہے یا از راہ کسب حاصل کرنے کے
یا دونو طرف سے اسوقت ابراہیم خاموش تھا اور بوجہ خوف کے کچھ جواب نہ دیتا تھا حسنیہ
نے کہا کہ اے ابراہیم اگر مجھکو کوئی مشکل دین میں واقع ہو تو کہاں جاؤں اور کس سے تحقیق
کروں آج کے روز اس مجلس میں اکثر علماء عراق اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ
حاضر ہیں اور کوئی جواب میرے سوالات کا نہیں دیتا ہے کہتے ہیں کہ ابو یوسف کہ شاگردان ابو حنیفہ
سے تھا اور پہلوے ابراہیم میں بیٹھا ہوا تھا اور قاضی تھا بغداد کا بولا اور کہنے لگا کہ اے حسنیہ
سوال تیرا بسبیل تحقیق کے نہیں ہے بلکہ از روئے طعن اور تشنیع اور اعتراض کے ہے جو کچھ چاہتی ہے
سوال کر حسنیہ نے کہا کہ سنو مینے بہت حدیثوں کو سنا ہے اور تفسیر ونکو پڑھا ہے کہ جناب امیر المومنین
علیؑ ابن ابیطالب اور امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام اور سلمان فارسیؓ اور ابو ذرؓ اور مقدادؓ

رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور فی زمانہ بعضے لوگ برخلاف انکے کہتے ہیں اور تم بھی مخالفت
انہونکی کرتے اور انکو باطل اور جھوٹ جانتے ہو اور جو کوئی ان پر عمل کرتا ہے اسکی تکفیر کرتے ہو
اور اکثر احادیث اور اخبار تمہارے معاویہ اور یزید اور عمرو عاص اور انس بن مالک اور عائشہ وغیرہ
سے منقول ہیں اور جاننا چاہئے کہ آدمیوں کے اختیار میں حق ہے اور باطل ہے اور سچ ہے اور
جھوٹ ہے اور ناسخ ہے اور منسوخ ہے اور خاص ہے اور عام ہے اور محکم ہے اور متشابہ ہے اور
حفظ ہے اور وہم ہے اور ان دونوں گروہوں کی مخالفت کہ جو انہوں میں ہے سب خلائق پر ثابت
ہے پس مجھ سے بیان کرو کہ ان دونوں گروہ میں سے کس گروہ نے جھوٹ کہا اور پیغمبر خدا
پر افترا کیا اور احادیث موضوعہ کو زبان خلائق پر جاری کیا اور قرآن کو موافق احادیث
موضوعہ کے بنا کر تاویل کیا حالانکہ صاحب شریعت نے فرمایا ہے کہ حدیث مجھ سے تمکو
پہنچتی ہے چار شخصوں سے کہ انمیں پانچواں نہیں ہے پوچھا گیا کہ وہ چار کون شخص ہیں
فرمایا کہ اول وہ شخص منافق ہے کہ ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور اپنے کو مسلمان جانتا ہے
اور خدا سے نہیں ڈرتا ہے اور اسکو کچھ باک اور اندیشہ نہیں ہے جھوٹ باندھنے میں خدا
و رسول پر پس اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ منافق ہے اور عمداً دروغ اور جھوٹ
باندھتا ہے پیغمبر خدا پر تو ہرگز اس کے قول پر اعتبار نہ کریں ولیکن اور آدمی کہتے ہیں کہ
وہ صحبت میں رہا ہے اور ان حضرت کو اس نے دیکھا ہے اور سنا ہے پس اس حدیث
کو اس سے قبول کریں۔ اور اعتبار کریں اور اس کے حال سے آگاہ نہیں ہیں اور اسکے
نفاق پر مطلع نہیں ہیں جیسا کہ پروردگار عالم صفت منافقین میں فرماتا ہے کہ

اِذَا رَاَیتَہُم تُعجِبُکَ اَجسَامُہُم وَاِن یَّقُولُوا تَسمَع لِقَولِہِم

یعنی جو دیکھے تو اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) انہوں کو یعنی منافقوں کو
عجب آوے تجھ کو غلظت جسم انہوں کی سے اور اگر وہ گفتگو کریں تو تو ان سے
سنے گا باتوں کو ان کی پس جب نہ پہچانا انکو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نے تو انکو دوسرا کیونکر پہچان سکتا ہے اے ابراہیم جبکہ نہ پہچانا انکو اور قبول کیا انکے کلام کو
اور انکو حاکم کیا مسلمانوں پر اور دنیا کو ان پر مقرر رکھا بدرستیکہ آدمی تابع اور مطیع بادشاہان
دنیا کے ہیں مگر وہ شخص تابعدار انکا نہوگا جسکو خدا تعالیٰ بچائے پس یہ ایک قسم تھی ان
چاروں میں سے جو اوپر ذکر ہوا۔ اور دوسری قسم حدیث بیان کرنیوالوں میں وہ شخص ہے کہ کوئی بات
رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنی اور اسکو یاد رکھا پس اس بات میں بھی غلطی ہوگئی بھول
گیا کسواسطے کہ سہو اور نقصان اور غلطی سوائے معصوم کے ممکن ہے مگر اس شخص نے قصداً
رسولخدا کے کلام کو جھوٹ بیان نہیں کیا اور وہ حدیث اسکو غلط یاد رہی اور اسکو لوگوں
سے بیان بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مینے رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اسطرح
سُنا ہے اور خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اگر مسلمانوں کو معلوم ہوجاوے کہ یہ حدیث غلط ہے
تو اس پر اعتماد نہ کرینگے اور اگر راوی بھی اسکو غلط جانتا تو البتہ اسکو روایت نہ کرتا اور
سُن اے ابراہیم تیسرا ان چار راویوں سے وہ شخص ہے کہ کوئی بات اس نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُن لی اور اوّل کسی چیز کے کرنے سے حضرت نے منع کیا ہو
اور بعد اس کے حکم فرمایا کہ اسکو کرو اور اسوقت یہ راوی حاضر نہ تھا پس سنا اور یاد رکھا
ناسخ کو اور منسوخ کو لیکن نہ سُنا ہے اور نہ جانتا ہے پس اگر یہ شخص جانتا کہ وہ حدیث منسوخ ہے
تو اسکو بیان نہ کرتا اور اگر مسلمانوں کو معلوم ہوجاوے کہ وہ حدیث بنائی ہوئی اور
منسوخ ہے تو اسکو اعتبار نہ کرینگے اور اے ابراہیم چوتھا ان راویوں میں سے وہ شخص ہے
کہ جھوٹ نہ بیان کرے کلام رسول خدا کو اور بسبب خوفِ خدا اور تعظیم رسول خدا کے
اس نے کسی طرح پر اسمیں غلطی نہیں کی جو کچھ کہ سُنا ہے اس نے بلکہ جسقدر سنا کہ رسولخدا نے
فرمایا ہے بے کم و کاست اسیطرح سے روایت کی ہو اور منسوخ کو چھوڑ دیا کیونکہ قرآنمجید میں ناسخ اور
منسوخ اور خاص اور عام اور محکم اور متشابہ ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ پس جسکو کہ اشتباہ ہوا اسمیں اور نہ

جاننا کہ مراد خدا اور رسول کی کیا ہے آیا کیا کرے اب تو بیان کر اے ابراہیم کہ کس گروہ کے قول پر عمل کرنا چاہئے ان لوگوں کے قول پر کہ جنکی طہارت اور عصمت پر خدا تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا اور باوجود عصمت اور طہارت کے اول عمر سے آخر عمر تک محرم اور ہمدم اور صاحب راز رسولخدا کے رہے ہیں آیا انکی روایات پر عمل کرنا بہتر ہے یا دوسروں کی روایت پر اے ابراہیم جاننا چاہئے کہ سب اصحاب رسولخدا کو طاقت اور مجال رسولخدا سے سوال کرنیکی نہ تھی اور تحقیق اور دریافت ہر چیز کو حضرت سے نہیں کر سکتے تھے۔ اسواسطے کہ اکثر اصحاب کو تو مطلق قوت سوال کی حضرت سے نہ تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے انکو منع کر دیا تھا سوال کرنے سے جیسا کہ فرمایا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو سوال نہ کرو تم کسی چیز کا کسواسطے کہ اگر سوال کروگے تم کسی چیز کا کہ وہ ظاہر ہووے اور وہ چیز بد ہو واسطے تمہارے جب یہ آیت نازل ہوئی تو سوال کرنا ترک کیا اور ہمیشہ اصحاب اس آرزو میں رہتے تھے کہ اے کاش کوئی عرب صحرائی آوے اور حضرت سے سوال کرے تاہم بھی سنیں اے ابراہیم میرے مولا اور آقا امام جعفر صادق نے روایت کی ہے اور مینے خود حضرت سے سُنا ہے اور وہ حضرت اپنے جد بزرگوار علی ابن الحسین علیہما السلام سے روایت فرماتے تھے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام سے اور ان حضرت نے پدر بزرگوار اپنے سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے سلمان فارسی سے فرمایا کہ اے سلمان میں ہر شب کو ایکبار خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا تھا اور ان سے اپنے راز کی باتیں کرتا اور ہر روز ایک مرتبہ خلوت ہوتی تھی اور جو کچھ حضرت مجھ سے پوچھتے میں اس کا جواب عرض کرتا اور میں ہمراہ ہوتا تھا حضرت کے جس جگہ آپ جاتے تھے اور اس بات کو سب

اصحاب پیغمبرؐ جانتے تھے کہ سوائے میرے یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور پیغمبرؐ خدا سوائے
میرے کسی کو اپنا محرم راز نہیں جانتے تھے اور کسی کو مجال سوائے میرے نہ تھی کہ وقت
خلوت میں حضرتؐ کے پاس جاوے اور اکثر خلوت میرے مکان میں فرماتے تھے
اور جب کبھی میں حضرتؐ کے پاس جاتا تھا تو آپ اپنے کسی مکان میں خلوت کرتے
تھے اور اپنی ازواج وغیرہ کو اس جگہ سے حضرتؐ علیحدہ کر دیتے تھے اس وقت سوائے
میرے کوئی دوسرا حضرت کے پاس نہ ہوتا تھا اور جب کبھی آپ مکان میں آتے
تھے تو فاطمہ زہرا اور میرے بیٹوں کو بھی حضرت اٹھا دیتے تھے اسوقت اس قدر
حضرتؐ سے میں سوال کرتا تھا کہ سوائے حضرت کے کسی کو طاقت جواب ان سوالوں
کی نہ تھی اور آپ از روئے شفقت اور مہربانی کے میرے سوالات کا جواب بیان
فرماتے تھے اور جبرئیل امین میرے روبرو حضرتؐ سے گفتگو کرتے تھے اور کوئی
بات پوشیدہ میرے آگے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نہ کہتے تھے
اور میں انکی سب باتوں کو سنتا تھا اور یہ امر سوائے میرے کسی کو میسر نہ تھا اور جب
سوالات میرے تمام ہوجاتے تو خود ابتدا فرماتے پس کوئی آیت قرآنی ایسی تھی
اور کوئی علم اور اسرار ایسا نہ تھا کہ جو حضرت کو معلوم ہو حلال و حرام اور امر و نہی
اور طاعت اور معصیت سے اور جو کچھ کہ تھا اور ہوگا کہ وہ سب حضرت نے مجھے تعلیم
نہ فرمایا ہو بلکہ جو کچھ حضرت کو معلوم تھا وہ مجھکو پڑھایا اور لکھایا اور میں نے اپنے قلم سے
لکھا اور اسکی تاویل سے مجھکو آگاہ کیا اور ظاہر اور باطن اس کا مجھکو بتلایا اور جو کچھ بتلایا
اس سب کو میں نے یاد رکھا اور فراموش نہ کیا جسوقت حسنیہ نے یہ بیان کیا تو اس
وقت ہارون اور سب اہل مجلس بہت روئے اور سبھوں نے کلام حسنیہ کی تصدیق
کی اور ابراہیم نے مرضِ قولنج میں مبتلا ہو کر سر نیچا کر لیا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم
کیفیت احوال اور اقوال راویانِ تفسیر اور حدیث کی تو تو نے سنی اب اعتقادات

بھی ان دونوں گروہوں کے تجھ سے بیانکروں تا معلوم ہووے کہ اعتقاد کس فرقہ کا حق ہے اور کس کا باطل ہے اے ابراہیم اعتقاد اہلبیت اور پیروانِ اہلبیت کا یہ ہے کہ خدا کو حکیم اور پاک اور منزہ جانتے ہیں اور صفاتِ قدیمی کو اسکے ساتھ نسبت نہیں دیتے ہیں اور اسکو بزرگ جانتے اور وہ عالم اور قادر سب چیزوں پر ہے اور حاکم اور مہربان ہر آدمی پر جانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدائے عزوجل پیدا کرنیوالا آسمانوں اور زمینوں کا اور سب چیزوں کا اور جو چیز کہ درمیان آسمان اور زمین کے ہے اور پیدا کرنا بندوں کا خاک سے اور پرورش کرنا بندوں کا نطفہ اور حیات اور روح اور اعضا اور جوارح سے اور مانند اس کے ماکول اور مشروب اور ملبوس اور منکوح یعنی نکاح کرنے سے کہ یہ سب قیام حیات اور معاش اور راحت دنیا کے ہیں اور سبب ہیں عبادت اور بندگی اور نعمتوں دنیا کی مانند پیدا کرنے عقل اور قوت اور معرفت اور بعثت رسل اور عصمت انبیاء اور اوصیا کے اور بھیجنا کتابوں کا اور جاننا معالم شریعت کا اور بیان کرنا احکام حلال اور حرام اور طاعت اور عبادت کا اور توفیق اور الطاف بہشت اور دوزخ اور ثواب نعمات باقی کا اور حیاتِ ابدی کا اور یہ سب اسمیں ملا ہوا ہے کہ یہ فعل اللہ کا ہے اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالے فاعل قبائح نہیں ہے اور جو فعل کہ اس سے صادر ہوتا ہے وہ خالی حکمت اور غرض سے نہیں ہے۔ اور خدا ظالم اور عبث کار نہیں ہے اور تکلیف مالا یطاق اپنے بندوں پر نہیں کرتا اور تکلیف باختیار ثواب دیتا ہے بندوں کو عوض میں نیکی کے اور عذاب کرتا ہے عوض میں بدی کے اور امر اور نہی اسکا حادث ہے اور وہ قادر ہے اس پر جس پر بندے قادر نہیں ہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ خدا اپنے بندوں کے کفر اور فسق سے ہرگز رضامند نہیں ہے اسواسطے کہ امر نسبتِ معدوم کی محال ہے اور کفر اور فسق اور ظلم تقدیر میں اسکے نہیں ہے اور خود برابر ذرہ کے بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی بندگی کرے تو اسکو اس بندگی سے زیادہ مزدوری دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ

کوئی آنکھ اسکو نہ دیکھیگی اور اس کے دیکھنے کو چشم سے محال جانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ
کوئی گناہ کبیرہ اور صغیرہ اور سہو اور نسیان بندوں پر جائز نہیں رکھتا اور وہ قادر ہے اس چیز پر
کہ بندہ اُس پر قادر نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ خدائیتعالیٰ کفر اور فسق کی بندوں کو اجازت نہیں دیتا
ہے اور کہتے ہیں کہ سب انبیا کیواسطے خدا نے اوصیاء مقرر کئے ہیں اور بدون حکم خدا کے ہرگز
کسی پیغمبر نے کوئی وصی تعیین نہیں کیا اور کوئی پیغمبر بدون تعیینِ وصی اور بے وصیت کئے
دنیا سے نہیں گیا ہے اور کہتے ہیں کہ سب انبیاء اور اوصیاء معصوم ہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے
کہ وصی سب پیغمبروں کے معصوم اور پاک ہوتے ہیں اور ہمارے پیغمبرؐ افضلِ انبیاء ہوئے
ہیں اور وصی انکے بموجب حکم خدا سیدِ اوصیاء علیؑ مرتضیٰ ہیں اور خدائے تعالےٰ نے انکو
مقرر کیا چنانچہ آیاتِ قرآنی اس کی گواہ اور شاہدِ حال ہیں اور پیغمبر خدا نے باجماع
امت غدیرِ خم میں بموجب حکمِ الٰہی امت کو بوصایت اور خلافت اور امامت علی بن
ابی طالب علیہما السلام کے وصیت کی اور کہتے ہیں کہ خلیفہ رسولؐ بقول رسول خدا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بارہ ہیں اور سب معصوم اور مطہر ہیں بموجب حکمِ نصّ قرآنی
کے اور صاحبِ معجزات اور آیات اور دلائل ہیں اور صاحبِ علمِ لدنّی اور جامع جمیع
علوم ہیں اور سب موافق اور مخالف انکی عصمت اور طہارت اور علم اور سخاوت اور
شجاعت اور کرامت اور پرہیزگاری کے مُقر ہیں اور مُقر ہیں ساتھ قرابت رسولؐ خدا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کوئی منکر نہیں ہے اور شاہد انکے قبلۂ حاجات اہل عالم ہیں
اور مطیع اور فرمانبردار انکے بہ حکم خدا اور رسولؐ ناجی اور رستگار ہیں اور منکر اور مخالف
ان کے مردود اور ملعون اور خاسر اور اخس کفار ہیں کہ عالمِ دنیا لطف اور رحمت
خدا سے خالی نہیں ہے اور چاہیئے کہ امام معصوم اور منصوص ہو اور اس باب
میں دلائل عقلی اور نقلی سے کتابیں لکھی گئی ہیں اور کہتے ہیں کہ جو اجماع مخالف
نص کے ہو وہ باطل ہے اور بے اعتبار ہے اور اجماع فساق اور فجار کو اعتبار

نہ کرنا چاہیے اور ہرگز بے طہارت کے نہیں رہتے اور بے نیت کے وضو اور غسل نہیں
کرتے یہ کہکر حسنیہ ابو یوسف سے مخاطب ہوئی کیونکہ وہ شاگردان ابو حنیفہ سے تھا
کہ آب نجس سے وضو نہیں کرتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے منہ نہیں دھوتے ہیں
کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْیَمِیْنُ لِلْوَجْهِ وَالْیَسَارُ
لِلْفَرْجِ یعنی دہنا ہاتھ واسطے منہ دھونے کے ہے اور بائیاں ہاتھ واسطے پاک کرنے
مقام پیشاب اور پاخانہ کے ہے اور وہ مسح کان اور گردن کا نہیں کرتے ہیں اور اسکو
بدعت جانتے اور خلاف حکم خدا کے پاؤں کو نہیں دھوتے ہیں اور نماز کو بے نیت
کے درست نہیں جانتے اور بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ سے ترک نہیں کرتے ہیں اور
معنی فاتحہ کے فارسی میں تجویز نہیں کرتے۔ اور بجائے سورہ کے دو برگ سبز نہیں کہتے
اور رکوع اور سجود اور قیام کو حسب فرمودۂ رسول خدا اور اہلبیت اور صحابہ کبار کے
بجالاتے ہیں اور جگہ سلام پہ اپنا اور ملائکہ کے گوز نہیں چھوڑتے ہیں حسنیہ نے جو یہ
بیان کیا تو سب خلائق اور ہارون ایکبارگی ہنسے اور ابو یوسف سے تمسخر کرنا شروع
کیا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم گوشت خرگوش کہ اسکو حیض آتا ہے حلال نہیں جانتے
اور گوشت کتے کے بلیوں کا ان کے یہاں حلال نہیں ہے اور کھال کتے کی اور کل نجس
العین کو دباغت سے پاک نہیں سمجھتے ہیں اور شراب جوش خوردہ کو حلال نہیں سمجھتے
ہیں اور شطرنج اور جملہ اقسام جوئے کو حرام جانتے ہیں بموجب حکم نص الٰہی اور حدیث رسالت
پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور لواطہ کو حرام اور قتل فاعل اور مفعول کا واجب جانتے
ہیں اور سب باجوں کو حرام جانتے ہیں مثل نے و طنبور وغیرہما کے اور جو چیزیں
کہ مذہب شافعی میں حلال ہیں ان سے اجتناب کرتے ہیں اور نماز میں اقتدا
پیچھے ہر فاسق و فاجر کے نہیں کرتے اور فاسق کو لائق امامت نہیں جانتے اور
مرد عادل کے ساتھ اقتدا کرتے ہیں اور متعہ حج اور متعہ نساء کو ایک شخص کے

منع کرنے پر صنایع اور معطل نہیں چھوڑتے اور پھر شافعی سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے شافعی
وہ دختر کہ جو اپنے زنا سے پیدا ہوئی ہے اس کے ساتھ عقدِ نکاح جائز نہیں سمجھتے ہیں
اور نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ فرزند چار سال شکمِ مادر میں رہتا ہے جب حنیفہ نے یہ بیان کیا تو
ہارون شافعی کو دیکھکر ہنسا کیونکہ شافعی کے اجتہاد میں یہ افعال درست اور صحیح ہیں اس
وقت شافعی کا دم بند تھا حنیفہ نے پھر کہا کہ از روئے قیاس کے نہیں کہتے ہیں کہ حد
ساقط ہے اس شخص سے کہ جو اپنی ماں اور بہن سے عمداً عقد کرے اور نہیں کہتے ہیں کہ حد
ساقط ہوتی ہے اس آدمی سے جو ذکر کو کپڑے سے لپیٹکر اپنی ماں سے دخول کرے اثنائے
راہ کعبہ معظمہ میں اور نہیں کہتے ہیں کہ حد نہیں ہے لواطہ کرنیوالے پر اور قیاس پر عمل نہیں
کرتے اور انکا قول ہے کہ اول قیاس پر عمل ابلیس نے کیا تھا کہ کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ
خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ یعنی میں بہتر ہوں اس سے کہ پیدا کیا
مجھکو آگ سے اور پیدا کیا اسکو یعنی آدم کو خاک سے اور دوسرے قیاس پر عمل کیا ابو
حنیفہ نے اور تو نے اے ابو یوسف اور وہ نہیں کہتے ہیں کہ نجات ہماری اور ہمارے
اماموں کی مشیتِ خدا میں ہے اور یقین کرتے ہیں کہ ہمارا فرقہ ناجی ہے اور یقین جانتے
ہیں اس کا کہ امام ہمارے معصوم اور پاک ہیں اور شفاعت کرنیوالے ہیں دوستوں اپنے
کی روز قیامت میں اور اپنے دشمنوں کو ہالک اور خاسر اور کافر اور ظالم اور ملعون جانتے
ہیں موافق حکمِ خدا اور نص رسولؐ کے اور تعصب اور دشمنی نہیں کرتے واسطے تشفی اور
تسلی نفس اپنے کے اور خون اور مال کسی کا حلال نہیں جانتے ہیں۔ اور موافق سنتِ رسولؐ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انگشتری دست راست میں پہنتے ہیں اور بوجہ دشمنی غیروں
کے سنت کو ترک نہیں کرتے اور درود پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ اور آل پیغمبر
اپنے پر بھیجتے ہیں اور نہیں کہتے ہیں کہ درود اہلبیتِ رسولؐ پر جائز نہیں ہے
اور پیروی سنتِ معاویہ اور یزید کی نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے

فرمایا ہے کہ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ اور علیؑ بن ابیطالبؑ
کو امیر المومنینؑ کہتے ہیں اور اس نام کو خدا اور رسولؐ سے مخصوص انہیں حضرت کا
جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ عہد رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمام آدمی ان کو
امیر المومنین کہکر بولتے تھے اور زمانہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی دوسرے
کو سوائے انکے امیر المومنین نہیں کہتے تھے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ موافق حکم آیت اِنَّمَا
وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کے اکثر زمانہ رسولؐ خدا میں انکو ولی اللہ اور ولی
المومنینؑ کہتے تھے اور صلوات ان پر بھیجتے تھے اور انکے دشمنوں پر باواز خفی وجلی لعنت
کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ ہمارے اماموں کی عصمت اور طہارت پر امت کا اجماع ہے اور
کسی اعدا اور مخالف نے نقص آئمہ ہمارے کا بیان نہیں کیا اور خاص امت کا اجماع ہے
ہمارے آئمہ کے مخالفوں اور دشمنوں کے کفر پر اور کفر پر ان لوگوں کے کہ جنہوں نے
غصب کیا ہے حق انکا اور کہتے ہیں کہ ہم ہیں پیرو سُنّتِ پیغمبرؐ اور اہلبیت انکے کے
اور کہتے ہیں کہ اکثر عبادات اور اعمال مستحبہ کہ جس پر مخالف ہمارے عمل کرتے ہیں اور
اسکو سُنّتِ رسولؐ کہتے ہیں وہ دروغ اور بہتان ہے بلکہ اکثر وہ اعمال اور عبادات
زمانہ میں شیخین کے مشہور ہوگئے ہیں مثل نماز تراویح وغیرہ کے جبکہ حسنیہ نے زبان
طعن اسطرح سے شیخین پر دراز کی تو تمام علماء بغداد ایکبارگی برہم ہوئے اور غلُ
مچانے لگے شافعی کے پاس ایک دوات تھی اس نے اٹھا کر حسنیہ کے ماری اسوقت
ہارون یہ حرکت شافعی کی دیکھکر ہنسا اور کہنے لگا کہ اے شافعی یہ ایک کنیز ہے ہمنے
اسکو معاف کیا ہے جو کچھ چاہے کہے اور کرے اس کے قتل اور ستانے سے
کیا حاصل ہے اگر تم کچھ لیاقت علمی رکھتے ہو تو اسکو تفسیر اور حدیثِ رسولخدا سے معقول
اور بند کرو حسنیہ کو اس کلام ہارون سے تقویت ہوئی اور کہنے لگی کہ اے شافعی یہ منصب تجھکو
نہیں ہے کہ تو عالموں میں بیٹھے اور تیری فضیحت تجھکو ہی کافی ہے کہ اپنے اجتہاد کے

زعم میں چار سال تک اپنی ماں کے پیٹ میں بیٹھا رہا۔ حالانکہ تیرے باپ کو مرے ہوئے چار
سال گذر گئے تھے اسوقت تو اپنی ماں سے پیدا ہوا! اور اب تو اس مسئلہ پر فتویٰ دیتا ہے جس
حالت میں تیرا نسب ایسا صحیح ہو تو کیونکر مخالفت اہلبیت کی نہ کریگا۔ اور اے شافعی یہ سب کو
معلوم ہے کہ تو مرتد ہے کسواسطے کہ اول میں تو طریقۂ اہلبیت رسالت پر تھا اور اپنے کو غلام
اور تابعدار اہلبیت کا جانتا تھا اور اس زمانہ میں تو ہجو ابوحنیفہ کی کرتا تھا۔ بہ سبب مخالف
ہونے ابوحنیفہ کے اہلبیت نبوت سے اور تو نے قصیدہ میں ہجو اور مطاعن اور غلطی اجتہاد اس
کے کی اور عمل بقیاس کرنا اس کا لکھا ہے! اور اس بات کو سب حضار مجلس جانتے ہیں اور
اب تو نے واسطے حصولِ جاہ اور اعتبار چند روزہ دنیا کے دین کو عوض دنیا کے بیچا ہے۔
اور اجتہاد کرتا ہے! اور آرزو امامت اور پیشوائی خلق کی رکھتا ہے مثل ابوحنیفہ کے اے
شافعی خیال کر تو اسکو کہ نوحؑ نبی باوجود طول العمر اور کثرت عبادت کے اور ابراہیمؑ خلیل باوجود
خلعت خلّت کے اور موسیٰؑ باوجود حصول مرتبۂ مکالمت کے اور ذوالقرنینؑ اور سلیمانؑ
باوجود حصول مرتبہ سلطنت اور مملکت کے اور داؤدؑ نبی باوجود شرکت اور قوت کے
اور عیسیٰؑ باوجود اس رفعت اور منزلت اپنی کے سر ارادت اور عبودیت کا ہمارے پیغمبرؐ
کے آستانہ پر رکھتے ہیں۔ اور تمنا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی کرتے ہیں۔ اور عترت اور اہلبیت علیہم السلام پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ کمال دین اور برہان یقین اور حفاظ شریعت ہیں اور امینِ
خدا اور مفسران قرآن اور حجتِ خدا اور اوصیائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم ہیں۔ اور معصوم ہیں بموجب مضمون آیہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اور منصوص من اللہ ہیں
بمضمون آیہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور سردار اور راست گو ہیں! اور صدیق ہیں بہ مضمون

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے اور
جان بیچنے والے ہیں بمضمون اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اور نان بخشنے والے ہیں بمضمون وَیُطْعِمُوْنَ
الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا کے پس مصداق ان
سب آیات کے عترت اور اہلبیت رسالت علیہم السلام ہیں۔ اور سردار اور افسر اور رئیس
اہلبیت کا وہ صاحب دولت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق میں اس
کے فرمایا ہے موافق روایت تمہاری کے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ
عِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِی التَّقْوٰی وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ حِلْمِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰے
فِیْ هَیْبَتِهٖ وَاِلٰی عِیْسٰی فِیْ عِبَادَتِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ
عَلَیْهِ السَّلَامُ پس جبکہ پیغمبر خدا صلعم کا ایسا ابن عم اور برادر اور وصی ہو
کہ جس کا مرتبہ اور شان اس مرتبہ میں ہو کہ جسکو رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے پیغمبران اولوالعزم کے برابر رکھا موافق زعم تمہارے اور سب اہل اسلام کے
اے شافعی تجھکو کس طمع اور لالچ نے پھیر دیا۔ کہ شاہراہ محبت اور مودت انکی
چھوڑکر تو گمراہ ہوا اور تونے طریقہ گمراہوں اور ظالموں کا اختیار کیا اور ہاتھ ارادت
کا دامن اماماں اور پیشوایان وہم کے اور ائمہ یہدون الی النار کے مار کر کمر ارادت
کی چست باندھی ہے اسوقت شافعی خجالت سے دم بخود ہوگیا اور طاقت جواب
کی بالکل اس سے جاتی رہی۔ پھر حسنیہ طرف ابراہیم کے متوجہ ہوئی اور کہا کہ اے
ابراہیم جس روز سے کہ ابی بکر صاحب بنے حق خلافت کو ناحق غصب کیا ہے سوائے حضرت
علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب کبار ان حضرت نے بحجت اور دلیل بارہا الزام
دیکر اس کو بے ایمان کیا۔ اور یہ اکثر اسکو درمیان خلائق کے شرمندہ اور بے اعتبار کرتے
تھے اور وہ خجالت اور شرمندگی سے گردن نیچے کرلیتا تھا اور اسکو مجال جواب کی نہ ہوتی تھی اسدن

آج کے دن تک بسبب کثرت دشمنان دین کے کسی اہل ایمان کو طاقت اور جرأت ہوتی تھی کہ
مذہب حق اور طریقۂ اہلبیت علیہم السلام کو ظاہر کرے اور الزام دے دشمنان آل محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ کو اس طرح سے کہ جسطرح مجھکو بدولت خلیفۂ زمان اور ابن عم امیر المومنینؑ کے
موقع ملا ہے ہارون حسنیہ کو دیکھکر ہنسا اسوقت حسنیہ نے پھر کہا کہ اے گروہ علماء کیوں
تم سب خاموش اور چپ بیٹھے ہو اور بسبب افعال اور کردار اپنے پیشوایوں کے شرمندہ
ہوئے اے ابراہیم بیان کر کہ پیغمبری کوئی صورت ہے کہ جسکو آنکھوں سے دیکھنا چاہئے
یا معنی ہے کہ سوائے اہل کشف کے اور نہ دیکھ سکے اور یہ بھی بیان کر کہ بھیجنا پیغمبر کا
خدائے تعالے پر کس واسطے واجب ہے اور جس وقت کہ وہ پیغمبر دنیا سے جاوے
اور معنی نبوت کے کہ پیغمبری ہے اسی طرح وجود پیغمبر سے جاتی رہے اور غائب ہو یا
ایک روح مناسب مقارب روح پیغمبر سے چاہئے۔ کہ وہ پیغمبری کو حفاظت میں
رکھے یا پیغمبری منقطع ہو جاوے اسوقت تک کہ پیغمبر دوسرا ہو اور یہ اور پوچھتی ہوں کہ آیا
درمیان کسی چیز کے حاجت ایسے امام کی ہے یا نہیں۔ کہ وہ دین پیغمبر کو قائم رکھے اے
ابراہیم تجھکو قسم ہے خدا کی تو اس کا جواب مجھ کو دے کہ یہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا
اور رسل اولوالعزم ہوئے ہیں بدول تعیین اور مقرر کئے ہوئے اپنے وصی کے
دنیا سے گئے ہیں ابراہیم نے کہا نہیں حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم آیا مقرر کرنا
وصی کا بحکم خدا تھا یا خود وصی اور خلیفہ مقرر کرتے تھے۔ ابراہیم نے کہا کہ مقرر
کرنا وصی کا بموجب حکم خدا کے تھا حسنیہ نے کہا اے ابراہیم پس کیوں جائز رکھتے ہو
کہ پیغمبر ہمارے سب نبیوں اور رسولوں سے افضل ہوئے ہیں خدائے تعالے
نے انکی دین کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر نہ کیا ہو یہ کب ہو سکتا ہے
کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود اُمت کو حکم وصیت کا دیا ہو اور
خود ہی بے وصیت کئے جہان فانی سے رحلت فرمائی ہووے۔ اور واسطے

حفاظت دین اور امت اپنی کے وصی اور خلیفہ مقرر نہ کیا ہو تم لوگ عجب طرح
کے گمراہ جاہل ہو۔ اے ابراہیم پیغمبر ایسا ہونا چاہیے کہ متحمل ہو ایسی امانت کا کہ
تمام آسمان اور زمین اس کا تحمل نہ کر سکیں جیسا کہ حقتعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا عَرَضْنَا
اَلْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یا یہ کہ پیغمبر ایسا ہونا چاہیے کہ خطا کرے
اور سہوا ور غلطی کرے اور گفتگو بیہودہ کرے اور عاشق پیشہ اور دروغ گو ہوئے
اور جائز رکھے تکلیف دینا آدمیوں کو موافق خواہش نفس اپنی کے اسلئے
کہ چند آدمی اس کے ساتھ متفق ہو جاویں اور اُس پر گواہی دیں اور بعد
اُس سے جو کچھ چاہیں کریں اور جس کسی کے واسطے دل انکا چاہے اس کو امام
اپنا بناویں اے ابراہیم بیان کر امامت کیا چیز ہے اور کیا ہے وہ امامت
کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دی تھی اور کہا کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا
اور دوسری جگہ فرمایا کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اور پھر فرمایا کہ وَجَعَلْنَا
ھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ اور سُن تو دو طرح پر امامت ظاہر اور روشن
ہوئی ایک تو امامت متقیوں اور پرہیز گاروں کی اور ایک امامت اہل دوزخ
اور گنہگاروں کی یعنی وہ لوگ کہ جو آدمیوں کو طلب کرتے ہیں طرف جہنم کے آیا
علامت اور نشان امام متقیوں کا کیا ہے اور کیا چیز ہے اور امامت پیغمبر سے
مثل پیغمبری کے ہے جانب خدا تعالےٰ سے یا نہیں آیا وصی پیغمبر اور امام مسلمانوں
کا نسل ابراہیم خلیل اللہ سے ہونا چاہیئے اور اجداد اس کے بزرگ اور شریف
ہوں اور ہر گز بت پرستی اُنہوں نے نہ کی ہو اور اُس کا مولد با طہارت ہو اور
درستی ایمان اور نور علم اور قوت نفسی اور معرفت اسرار عرشی شرعی اور
احکام شرعی کے اور آداب اور اخلاق پسندیدہ اور پہچان مبدا اور معاد
کی اور سیاست ملکی اور صبر کرنا اور علم اختیار کرنا اور مداومت کرنا طاعت

اور عبادت پر اور دوری اختیار کرنا خواہشوں سے اور باکرم ہونا اور
سخاوت اور شجاعت اور عصمت اور طہارت اور حکمت اور زہد کا ہونا
اور کافروں اور مومنوں اور متقیوں سے نرمی اور خوشخوئی سے بسر کرنا اور
صرف کرنا راہ خدا میں اس چیز کا کہ مالک اُسکا ہوئے یہ سب صفات اسکے ہویں
اور اشکالات قرآنی اور تحقیقات فرقانی کو خوب جانتا ہو اور ہمیشہ مساکین سے
صحبت رکھے اور اشیاء گذشتہ اور آیندہ کی خبر دیوے اور خدا اور رسول اسکو
دوست رکھتے ہوں اور کتنی ہی آیات قرآنی اس کی شان میں نازل ہوئی ہوں
اور زعم مخالف اور موافق میں بہت سی حدیثیں صحیح صریح پیغمبرؐ نے اُس کے
حق میں فرمائی ہوں کہ مخالف ناقل اُسکے ہیں اور اُنکی کتابوں میں مذکور ہیں اور
اکثر محاربات اور غزوات میں کفار اور زندیقوں اور بہت سے لشکروں کو دفع کیا ہو
اور ایک ضرب اُس کی رسولؐ خدا نے برابر اعمال جن و انس کے فرمائی ہو موافق
زعم اُسکے مخالفین کے اور ابنِ عم اور برادر پیغمبرؐ ہو اور اُسکو نور چشم کہا ہو با جماع
امت آیا ایسا آدمی واسطے امت کے اولیٰ اور انسب ہے یا اُسکا امام ہونا چاہیئے
کہ جسنے چالیس سال بعد بت پرستی چھوڑی ہو اور گوشت اور پوست اور خون اُسکا
پیدا ہوا ہو شراب اور گوشت خوک سے اور ایک مدت دراز عبادت لات و عُزیٰ
کرکے اظہار ایمان زبان سے کرے اور بالائے منبر ایک عورت کے جواب سے عاجز
ہو جاوے اور کہے کُلُّهُمْ اَفْقَهُ مِنِّيْ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتِ فِي الْبُيُوْتِ اور
بارہا بقول مخالف اور موافق کے برسر منبر لفظ اَقِيْلُوْنِيْ اس کی زبان پر جاری
ہوا اور باغوائے عمر خطاب اور ابو عبیدہ جراح اور سالم غلام ابو حذیفہ بن حصین کے
اور بشیر بن سعد اور خالد بن ولید اور چند دیگر اشخاص نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں اس کی بیعت کی
اور امام اور پیشوا بنایا اور وہ ارذل بست تھا اور اکثر اوقات کو کرباس فروشی اور

بزازی اور خیاطی میں بسر کرتا تھا۔ اور ہر روز وہ اور باپ اس کا زمان جاہلیت میں عبداللہ جدعان کے باور چیخانہ پر پکارتا تھا اور لوگوں کو بلاتا تھا تاکہ لوگ جمع ہوں اور جھوٹا فضلہ اپنا دیں۔ اور زمانہ خلافت میں بھی درزی کا پیشہ کرتا تھا اور اکثر آدمی اس سے کراہت کرتے تھے اور اسکی ہجو اور مذمت کرتے تھے۔ اے ابراہیم کب جائز ہے ایسے آدمی کو معصومان خاندان اہلبیت نبوت صلعم پر مقدم رکھنا اور اس کو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق زعم چند اشخاص گمراہ کے خلیفہ اور قائم مقام رسول خدا کا جاننا اور کہنا کہ جانب خدا سے بہت اچھا خلیفہ ہے باوجود نہ ہونے کسی طرح کی لیاقت اور حیثیت خلافت کے اے ابراہیم بیان کر کہ ان دو اماموں میں سے کہ جنکی یہ تعریف اور توصیف میں نے بیان کی ہے ان دونوں میں سے کون سزاوار اور لائق ہے واسطے امامت اور وصایت کے ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ ہم منکر نہیں ہیں فضائل اہلبیت رسول علیہ السلام کے اور جو کچھ کہ فضائل علی بن ابی طالب علیہ السلام کے تو نے بیان کئے وہ سب ہمارے نزدیک ثابت ہیں۔ بلکہ زیادہ تر اس سے ولیکن خلافت ابی بکر میں اجماع امت ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلٰی خَطَاءٍ یعنی جس امر پر امت میری اجماع کرے وہ ثواب ہوگا۔ یعنی اجماع میری امت کا خطا پر نہیں ہے حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم تجھکو قسم ہے آفریدگار عالم کی سچ بیان کر کہ کسی جگہ بھی تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ روز حجۃ الوداع جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم میں بحکم خدا مقیم ہوئے ہیں یہ آیت اُنپر نازل ہوئی تھی کہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی لوگوں کو اس حکم کو پہنچاؤ جبکہ خائف ہوئے رسول خدا پہنچانے میں اس حکم کے تو اس وقت وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی جبرئیل نازل ہوا اور جبکہ ہاتھ علی ابن ابیطالب

کا حضرتؐ نے ہاتھ پکڑا اور منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ وہ اونٹوں کے کجاووں سے اس مقام پر بنایا
گیا فرمایا حضرتؐ نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ
وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ
وَاللَّعَنَ عَلٰی مَنْ ظَلَمَہٗ بعد اس کے یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا
اے ابراہیم تجھکو قسم ہے خدا کی صاف صاف بیان کر کہ جو کچھ تجھکو معلوم ہے پس ابراہیم متوجہ
ہوا طرف شافعی اور ابو یوسف اور دیگر علما کے اور سر نیچا کر لیا اور چپ ہو گیا اسوقت حسینہ
نے اور عالموں سے کہا کہ تمکو قسم ہے رسول خدا کی سچ کہو اور تمکو قسم ہے تاج اور تخت خلیفہ
کی جو کچھ اصل اصل ہے اور جو تم نے سنا ہے بیان کرو جبکہ حسینہ نے قسم تاج اور تخت خلیفہ
کی ولائی تو اسوقت ابو یوسف بولا اور کہنے لگا کہ اے حسینہ اکثر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ
یہ آیت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ حدیث مَنْ
کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ بھی مشہور ہے پس حسینہ نے کہا اب کیا کہتا ہے تو مقصد
آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ تجھکو قسم ہے خدا کی سچ بیان کر
کہ یہ آیت کس کے شان میں نازل ہوئی ہے - ابو یوسف نے کہا کہ یہ آیت باجماع
امت شان علی بن ابی طالب علیہما السلام میں نازل ہوئی ہے - حسینہ نے کہا کہ اے
ابو یوسف کیا اعتقاد ہے تیرا آیت مباہلہ میں کہ حقتعالے فرماتا ہے اپنے رسول سے
کہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَ
اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ
لعنت خدا ہو تجھ پر اگر تو حق کو پوشیدہ کرے اور چھپاوے تو اے ابو یوسف روز مباہلہ مرد و نہیں تھے
بغیر علی ابن ابیطالب اور حسن اور حسین علیہم السلام کے اور عورتیں نہیں تھیں سوائے حضرت فاطمہ الزہرا

صلوٰۃ اللہ علیہا کے کوئی اور بھی ہمراہ پیغمبرؐ کے تھا کہا کہ نہیں البتہ سوائے ان
چاروں کے اس وقت کوئی نہیں تھا حسنیہ نے کہا کہ اے ابویوسف خدا تعالےٰ نے
علی ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کو نفسِ پیغمبر کہا اور یہ مرتبہ مخصوص واسطے ذات علیؑ بن
ابیطالبؑ کے ہے یا نہیں ابویوسف نے کہا کہ اے حُسنیہ اس میں کسی کو عذر نہیں ہے اور کوئی
اس کا انکار نہیں کرسکتا اس وقت حُسنیہ نے ہارون سے عرض کی کہ اے خلیفہ تجھکو قسم ہے
پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تو گواہ رہنا جو کچھ ان عالموں نے تیری مجلس
میں بیان کیا ہے۔ پھر دوبارہ طرف علمار کے مخاطب ہوئی اور کہنے لگی کہ ایک
سوال اور کرتی ہوں تم کو قسم ہے خدا تعالےٰ کی سچ اور راست کہنا کہ جب رسولخدا صلعم
کو حالتِ نزع تھی حضرتؐ نے اشارہ کیا اصحاب کو اور فرمایا کہ اِیتُونِی بِدَوَاتٍ
وَقِرطَاسٍ وَاَکتُبُ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوا بَعدِی یعنی دوات اور کاغذ لاؤ
کہ لکھوں واسطے تمہارے ایک وصیت نامہ تاکہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو آیا وہ
کون تھا اصحاب میں سے کہ جسنے انکار کیا اور مانع ہوا رسولخدا کو وصیت کرنے سے
اور مانع ہوا اور سبھوں کو حاضر کرنے دوات اور کاغذ سے ابویوسف نے کہا
کہ یہ قضایائے مشہورہ سے ہے کہ عمر ابن خطاب نے دوات اور کاغذ کو منع کیا
تھا بخیال اس کے کہ مبادا مرض کو حضرت کے زیادتی ہوجاوے اور آنحضرتؐ کو
تکلیف پہنچے اور کہا کہ اِنَّ المَرْءَ لَیَھجُرُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللہِ حُسنیہ یہ سُنکر ہنسی اور
کہا کہ اے ابراہیم اور اے ابویوسف احکام اور نصوص خدا کو بالکل تم بیکار اور
فضول سمجھتے ہو اور بیعتِ روز غدیر کو کالعدم جانتے ہو یعنی گویا کہ بیعت ہوئی
ہی نہیں اور مانع وصیت حضرتؐ کے ہوئے اور تہمت ہذیان کی رسولخدا پر
باندھتے ہو اور کلام خدا پر مطلق ایمان نہیں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وَمَا
یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوحٰی اے ابراہیم حضرتؐ نے اپنی

اُمت کے واسطے فرمایا ہے اَنَ اَشْفَقُ مِنَ الْوَالِدِ اِلَی وَلَدِہٖ یعنی میں مہربان

زیادہ تر ہوں باپ سے بنسبت بیٹے اپنے کے شفقت اور مہربانی میں یعنی محبت ان

حضرت کی بنسبت اُمت کے اس مرتبہ میں تھی کہ آداب طہارت استنجا تک کو ترک نہ کیا اور

اُمت کو تعلیم فرمایا اور بڑی غضب کی بات ہے کہ امامت او وصایت اور خلافت

کو کہ اشد اور اہم مہمات دین اور ضروریات امور نبوت اور رسالت سے ہیں

ناتمام چھوڑا ہو پس جسکا یہ اعتقاد ہو وہ یقیناً شفاعت رسول سے ناامید اور

بے نصیب رہیگا اے ابراہیم اس بدنامی کا تمکو کچھ خیال نہیں ہے اور کہتے ہو کہ

ابی بکر کی خلافت پر اُمت نے اجماع کیا ہے اے ابراہیم مجھ سے مخاطب ہو کہ جو اجماع

خلافت نہ ہو وہ صحیح اور درست ہے یا نہیں ابراہیم نے کہا کہ نہیں حسنیہ نے کہا کہ

اے ابراہیم پس کیوں قائل ہوا اجماع کا ہارون ہنسا اور ابراہیم نے نادم ہو کر سر

نیچا کر لیا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم نصوص کو چھوڑتی ہوں اور حکم الٰہی اور فرمان رسالت

پناہی کو ایک طرف رہنے دے اور یہ بیان کر کہ ابی بکر کی خلافت میں اجماع سب

امت کا ہوا یا اجماع خاص امت کا۔ ابراہیم کو فکر ہوئی اس واسطے کہ اگر یہ کہتا ہے

کہ اجماع سب اُمت کا ہوا تھا تو جھوٹ اُسکا ثابت ہوتا ہے کس واسطے کہ اہل ایک شہر

بلکہ ایک محلہ والوں نے بھی اتفاق نہ کیا تھا سوائے چند فاسقانِ مردود کے کہ عداوت

اہلبیتؑ میں وہ مشہور رہتے اور حالت حیات رسولؐ خدا میں ہمیشہ بر سر نفاق

رہتے تھے۔ ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ خاصانِ امت میں سے اہل حل و عقد نے اتفاق

کیا تھا کہ ابی بکر سب صحابہ میں اولیٰ و انسب ہے واسطے خلافت کے حسنیہ نے کہا

اے ابراہیم و اے ابو یوسف و اے شافعی و اے علما کہ تم سب اس وقت یہاں

حاضر ہو تم سے سوال کرتی ہوں خلیفۂ زمان کے سامنے سچ سچ کہنا کہ بعد ابی بکر کے

کہ جو متنازع فیہ ہے اعظم اور افضل سب اصحاب میں کون تھے خاص ان اصحاب میں سے

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کے فضائل میں حدیثیں فرمائی ہیں وہ کونسی
ہیں۔ اور اہلبیت بنی ہاشم میں سے وہ کون ہیں کہ افضلیت ان کی سب اصحاب پر بلکہ
تمام آدمیوں پر ثابت ہے۔ انہوں نے کہا کہ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور عباسؓ اور طلحہؓ
اور زبیرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور سلمانؓ اور ابی ذرؓ اور مقداد اور
اسودؓ اور عمار یاسرؓ اور جابر انصاریؓ اور عثمان بن مظعونؓ اور ابو دجانہ انصاری اور حذیفہ
الیمانی اور ابی بن کعب اور سعد بن عبادہ اور قیس بن سعد تھے حسینہ نے کہا کہ اے خلیفہ
زمان قسم ہے مجھ کو اسکی کہ جسکی جگہ پر تو بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی ان عالموں سے سوال کر کہ کسی بزرگترین بنی ہاشم اور اصحاب کبار نے
ابی بکر سے بیعت کی ہے یا نہیں اسوقت ہارون نے سب عالموں سے کہا کہ بیان کرو
جو کچھ کہ واقع میں ہے سب ایکبارگی سربگریبان ہو گئے۔ مگر شافعی نے سر اُٹھایا اور کہا کہ
اے گروہِ علما اسوقت کیوں چپ ہو اور زمین جھانکتے ہو بیان کرو جو کچھ کہ تم کو
اخبار اور روایات سے معلوم ہے احوال صحابہ اور اہلبیت علیہم السلام کا اور جو کچھ
کہ وقوع میں آیا ہے مابین صحابہ اور اہلبیت رسالت کے ابویوسف نے کہا ظاہر یہ ہے
کہ اصحاب اور اہل بیت علیہم السلام میں جھگڑا واقع ہوا حسینہ نے کہا کہ جو کچھ
واقع ہوا ہے۔ میں بیان کروں اگر میرے کہنے کو مانوں اور یقین کرو تو میں دعویٰ
کرتی ہوں کہ احادیث اور اخبار اور تمہاری تفسیروں سے تمہارے اوپر ثابت کروں
گی ہارون نے کہا بیان کر حسینہ نے کہا کہ سنو جب کہ علی بن ابیطالب
علیہما السلام مع فضل بن عباس اور ایک جماعت بنی ہاشم اور ایک جماعت
صحابۂ کبار سے تجہیز اور تکفین اور دفن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں مشغول تھے اکثر منافقان صحابہ میں سے سقیفہ بنی ساعدہ میں پیغمبر
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر جا بیٹھے اور حضرت کے تجہیز و تکفین اور دفن میں

شامل نہوئے اور واسطے خلافت کے جھگڑنے لگے۔ جب انصاروں نے سنا کہ ایک جماعت اصحابوں سے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوتے ہیں اور خلیفہ بنا رہے ہیں اسوقت بہت سے انصار جمع ہوکر اس جلسہ میں جاکر شامل ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اسمیں تکرار ہونے لگی۔ اسوقت ابی بکر عمر سے کہنے لگا کہ تو ہاتھ بڑھا کہ میں تجھسے بیعت کروں عمر نے ابی بکر سے کہا کہ تو مقدم ہے ہم سے عمر میں اور بڑا ہے اور بڈھا ہے تو اپنا ہاتھ بڑھا کہ میں تیری بیعت کروں اور کبھی سالم غلام ابن حذیفہ سے کہتا تھا۔ کہ تو خلیفہ بن جا اور کبھی ابو عبیدہ سے کہتا تھا کہ تو ہی خلیفہ ہوجا۔ جب اسمیں بہت تکرار ہوئی اور جھگڑا بڑھا تو انصاروں نے کہا کہ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْنٌ یعنی ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک خلیفہ تم میں سے اور سعد بن عبادہ سے کہا کہ تو انصاروں میں بڑا اور بزرگ ہے تو ہاتھ اپنا بڑھا کہ ہم تجھ سے بیعت کریں اس وقت سعد نے بہت کچھ عذر کیا اور خلافت کو قبول نہ کرتا تھا آخر کار بعد از تکرار بہت کے جب انصاروں نے نہ مانا تو سعد راضی ہوا اس وقت قیس پسر سعد بن عبادہ نے دیکھا کہ میرا باپ خلافت پر راضی ہو گیا ہے۔ اٹھا اور تلوار نیام سے نکالکر اپنے باپ کے سر پر آیا اور کہا کہ خدا سے ڈر یہ منصب تیرا نہیں ہے اور کیا بھول گیا تو اسکو جو غدیر خم میں رسول خدا نے علی بن ابی طالب کے باب میں فرمایا تھا اور بحکم الہی ہاتھ انکا پکڑ کر تم سب کو دکھلایا تھا اور تم سب پر امام اور حاکم کیا اور تم سب راضی ہو گئے تھے اور بیعت کی تم نے علی سے اور مبارکباد دی تم نے انکو خلافت اور امامت کی اور اب اسوقت تم مخالفت حکم خدا و پیغمبر کی کرتے ہو آج کے روز تم میں رسول خدا نہیں ہیں واللہ اے پدر ترک کر اس معاملہ کو ورنہ ابھی تیرے سر کو تن سے جدا کرتا ہوں۔ سعد بن عبادہ یہ گفتگو اپنے بیٹے قیس سے سنکر نادم ہوا اور توبہ کی پھر انصاریوں نے کسی دوسرے سے نہ کہا اسوقت عمر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے لَا تَجْتَمِعُ سَیْفَانِ فِیْ غِمْدٍ یعنی دو تلوار ایک میان میں نہیں سماتی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دو آدمی خلافت

کریں اور یہ امر ممکن نہیں ہے فوراً تلوار لیکر ابی بکر کے سر پر پہنچا اور کہا کہ بہت باتیں نہ بنا ہاتھ
بڑھا کہ میں تجھ سے بیعت کرتا ہوں۔ اور اسی وقت ابی بکر سے بیعت کی اور اسکے بعد ابو عبیدہ
نے بیعت کی اور بعد اس کے صحابہ ایک ایک دو دو آتے تھے اور بیعت کرتے تھے اسوقت قریب
بیس نفر کے بیعت پذیر ہوئے بعد ازاں عمر بن خطاب ہر ایک اصحاب کے سر پر جا کر تلوار کھینچتا
تھا اور جبراً و قہراً اپنے ساتھ لاتا تھا اور بیعت کراتا تھا تین روز تک تو یہ طور رہا بعد تین روز
کے مسجد رسولؐ میں گئے اور ارادہ کیا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قبر سے باہر نکالیں
اور حضرت پر نماز پڑہیں۔ جناب امیر المومنینؑ اس خبر کو سنکر حضرت کی قبر پر جا کھڑے ہوئے اور
ایک چوب دستی کہ جس کے دونوں سروں پر لوہا لگا ہوا تھا۔ آپ کے ہاتہ میں تھی اسوقت
قسم کھائی کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ تم قبر سے حضرت کو باہر نکالو۔ میں خود قتل ہو جاؤں یا تمکو قتل
کروں معاویہ نے ابی بکر سے کہا کہ اس معاملہ سے درگذر کرو کس واسطے کہ مینے پیغمبر خدا صلعم
سے سنا ہے۔ کہ جس روز میرے بھائی علی بن ابی طالبؑ کو دیکھو کہ پارچہ سرخ سر پر بندھا ہو اور
ایک چوب دستی اس صفت کی جسطرح کی اب ان کے ہاتہ میں ہے وہ لئے ہو کوئی سامنے
نہ پڑے۔ کہ اگر اسوقت میں تمام آدمی مشرق سے مغرب تک کے اس پر حملہ کریں تو بحکم
خدا اس پر غالب نہ ہونگے اور وہ سب کو قتل کریگا۔ جبکہ یہ حکایت معاویہ سے سنی
تو اس بات سے درگذرے۔ اور پھر کر چلے آئے اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
میں آ بیٹھے۔ اور علی بن ابی طالب علیہما السلام مع اصحاب کبار اور مومنان دیندار اور
ایک جماعت کثیرہ بنی ہاشم سے کہ ہمراہ ان حضرت کے تھے ایک طرف مسجد میں بیٹھے اس
وقت گفتگو بہت ہوئی اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام انہوں نے
حجتیں تمام فرماتے اور معقول کرتے تھے اور ملامت کرتے تھے اس طرح پر کہ اپنے
پیغمبر کو چھوڑ گئے۔ اور کفن اور دفن میں شامل نہ ہوئے۔ اور حضرت پر نماز نہ پڑہی اور سقیفہ
بنی ساعدہ میں جا بیٹھے اور منصب خلافت پر کہ بموجب حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ

کے میرے واسطے تھا اس پر جھگڑنے لگے اور بمشورہ چند فاسق کے خلیفہ مقرر کر لیا آپ
یہ فرما رہے تھے کہ عثمان بن عفان مع ایک جماعت بنی امیہ اور عبد الرحمٰن بن عوف مع بنی
زہرہ کے آئے اس وقت عمر اور ابو عبیدہ جرّاح اٹھا اور کہا کہ اے بنی امیّہ اور اے
بنی زہرہ آؤ اور بیعت ابی بکر سے کرو یہ سب آئے اور بیعت کی اور یہ وہ سب تھے
کہ جن کی عداوت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے حیات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم میں مشہور تھی اور عمر مع ایک جماعت کثیر کے برابر حضرت امیر علیہ السلام اور بنی ہاشم کے
آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آؤ اور بیعت کرو ابی بکر سے کہ اکثر لوگوں نے ابی بکر سے بیعت
کی ہے زبیر تلوار لیکر اٹھا اور کہا وَیحَاکَ یَا بْنَ خَطَّاب علی بن ابی طالب کو کہ برادر
رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور عبد اللہ بن عباس اور رؤسائے بنی ہاشم اور اصحاب
رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو واسطے بیعت پسر ابن قحافہ کے کہ وہ ارذل عرب سے ہے
اشارہ اور ترغیب کرتا ہے تجھ کو اس امر میں کیا دخل ہے اس جگہ خویش اور عزیز رسول خدا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حاضر ہیں اور سب شرائط امانت اور خلافت کے انہوں میں
موجود ہیں یہ کہکر زبیر نے چاہا کہ عمر کے سر پہ تلوار مارے اسوقت عمر چلّایا اور کہا کہ یارو مجھکو
اس کے شر سے بچاؤ اور یہ کلمہ اسکی زبان پہ جاری تھا عَلَیکُمُ الکَلبَ فَاکفُونِی شَرَّہٗ
سلمہ بن سالم نے پیچھے سے آکر زبیر کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور اس کو توڑ ڈالا اسوقت بنی ہاشم
نے تلواریں نیام سے نکالیں اور آمادہ جنگ کے ہوئے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے
انکو منع کیا اور آہستہ سے فرمایا کہ حکم خدا نہیں ہے کہ تلوار نکالو اور اب ہمکو بجز صبر کے
چارہ نہیں ہے جب حضرت امیرؑ نے دیکھا کہ منافقین میں سے بعضوں نے با اختیار
اور بعضوں نے با اجبار بیعت کی ہے اس وقت آپ نے ابی بکر اور عمر اور جو خلائق
کہ اس جگہ حاضر تھی فرمایا کہ اے یارو تم نے اپنے پیغمبرؐ کی مخالفت کی اور حکم الٰہی
پر عمل نہ کیا خلافت حق میرا ہے اور میں مستحق تھا اس منصب کا کیونکہ میں بعد رسول

کے اولیٰ تر ہوں زندہ اور مردہ پر اور میں وصی اور وزیر ہوں رسول کا اور میں تم سب
سے زیادہ تر جاننے والا ہوں کتاب خدا اور سنت رسول کا اور اشجع اور اسخی اور افصح
اور اعلم اور اتقیٰ ہوں تم سب ایہا الناس خدا سے ڈرو اور رسولخدا سے شرم کرو اور میرے
حق کو مجھ پر چھوڑ دو یہ کلام حضرت کو سنکر عمر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا علیؑ اگر ہم سب مارے بھی
جائیں مگر تابعداری تمہاری ہرگز نہ کرینگے اور تمکو نہ چھوڑیں گے جبتک کہ تم بیعت نہ کروگے
ابی بکر کی خود برغبت کرو یا بجبر و کراہت اسوقت حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا اُفٍّ
لَکَ یَا ابْنَ الضُّحَّاکِ الْحَبْشِیَّةِ قسم ہے خدا کی تجھسے اور تیرے تابعداروں سے
کہ وہ سب گمراہ ہیں مجھکو کچھ پروا نہیں ہے اور اے عمر تجھکو برابر کس مردہ کے جانتا ہوں لَوْ لَا
سَبَقَتْ وَصِیَّتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ اَحَدًا عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ
کَافِرًا بِاللّٰہِ وَمُنَافِقًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ جَاهِدًا لِوِلَایَتِیْ وَلٰکِنْ اَشْکُوْا
بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ یعنی اگر ہوتی پہلے سے وصیت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم کی یعنی حکم خدا ہوا کہ تلوار برہنہ نہ کروں میں سوائے تین مقام کے وہ قاسطین اور
مارقین اور ناکثین ہیں اگر یہ حکم میرے واسطے نہ ہوتا تو کسی کو کافروں میں سے بخدا
روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑتا اور نہ زندہ چھوڑتا کسی کو دشمنان رسولخدا صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم سے اور نہ زندہ چھوڑتا ان میں سے کسی کو کہ جو منکر ہوتے ہیں میری محبت
اور ولایت سے البتہ میں شکایت کرتا ہوں خدا سے اپنے غم و اندوہ کی قسم ہے خدا کی
اے ابن ضحاک اگر یہ حکم میرے باب میں نہوتا تو ابھی تم سب کو قتل اور پریشان
کرڈالتا جب یہ سنا حضرت سے تو ابوبکر اور عبیدہ دونوں کھڑے ہوگئے اور کہنے
لگے کہ اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم آپکی قرابت اور عزیزداری
کی کہ جو رسول اللہ سے تمکو ہے اسکے منکر نہیں ہیں مگر یہ بات ہے کہ تم جوان
ہو اور ان دنوں میں حضرت کا سن تینتیس برس کا تھا ابو عبیدہ نے کہا کہ اے

ابوالحسن ابو بکر بڈھا ہے اپنی قوم کے بڈھوں میں اور یہ متحمل اس امر جلیل کا خوب ہوگا
اور اب تم کچھ نہ کہو اگر خدائے تعالیٰ تمہاری عمر کو دراز کرے اور بڈھے ہو تو اس خلافت
کو تم ہی لے لینا اور اب فتنۂ خفتہ کو بیدار نہ کرو تم جانتے ہو کہ عربوں کے دل تمہاری
طرف سے صاف نہیں ہیں اسوقت حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجر اور
انصار ڈرو خدا سے کہ جو عہد کہ میری امامت اور ولایت کے بارہ میں تم نے رسول اپنے سے
کیا ہے اسکو فراموش نہ کرو اور جو حق ہم اہلبیت کا ہے اس کو خاندان رسول صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم سے غصب نہ کرو کسواسطے کہ تم جانتے ہو کہ ہم اہلبیت رسالت ہیں اور
امر خلافت کے ہم مستحق ہیں اور خدا تعالےٰ نے یہ کام مخصوص ہمارے لئے کیا ہے یہ سنکر
بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ اے امیر المومنین علیہ السلام اگر تمہاری ان باتوں کو
پہلے بیعت ابی بکر سے انصار سنتے تو ہرگز کوئی تمہارے خلاف نہ کرتا حضرت نے
فرمایا کہ واللہ میں جانتا تھا کہ کوئی ایسا نہ کرے گا جو تم نے کیا اور اسکو دست جانا
اب نہیں جانتا ہوں میں کہ روز قیامت رسولخدا کو تم کیا جواب دو گے - اب قسم خدا
کی دیتا ہوں میں اس شخص کو کہ جس نے رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روز غدیر
سنا ہو کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ
مَنْ عَادَاهُ وہ اسوقت اٹھے اور گواہی دے زید بن ارقم کہ دشمنان امیر المومنین
علیہ السلام سے ہے - روایت کرتا ہے کہ بارہ آدمی سکنائے بدر سے اٹھے اور گواہی دی
اور یہ بارہ ان شخصوں میں سے تھے کہ جنھوں نے ابی بکر سے بیعت کی تھی جسوقت عمر
خطاب نے یہ حال دیکھا تو ڈرا کہ ایسا نہو کہ یہ سب لوگ علی بن ابی طالب علیہما السلام
سے بیعت کر بیٹھیں - غصہ ہو کر سب اہل جلسہ کو برا بھلا کہہ کر اٹھا دیا - وہ سب اپنے اپنے
گھروں کو چلے گئے - دوسرے روز بارہ شخصوں نے اصحابوں میں سے آپس میں متفق
ہو کر ارادہ کیا کہ جسوقت ابو بکر منبر پہ بیٹھے اس کو نیچے گرا دیں کسی ایک نے ان میں

سے کہا کہ یہ کام بدون مشورت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے نہ کرنا چاہئے یہ سب متفق ہوکر حضرت کی خدمت میں گئے اور کہا کہ اے امیرالمومنین اپنا حق تم نے کیوں چھوڑ دیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ یعنی علیؑ حق پر ہے اور حق ساتھ علیؑ کے ہے۔ یا حضرت ہمنے ارادہ کیا ہے کہ جسوقت ابی بکر منبر رسول خدا پر آکر بیٹھے اسکو منبر سے نیچے گرا دیں اب ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں اور آپکی کیا صلاح ہے، اور وہ بارہ شخص یہ تھے سلمان فارسی اور خالد بن سعید العاص اور ابوذر غفاری اور مقداد بن اسود اور عمار بن یاسر اور بریدہ اسلمی اور انصاروں میں سے بھی چھ آدمی تھے ابو الہیثم تیہان اور سہل بن حنیف اور عثمان بن حنیف اور خزیمہ بن ثابت اور ابی بن کعب اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ایسا کروگے تو قسم ہے خدا کی سب تمہارے مارنے کو تلواریں نکالیں گے اور تمہارا ساتھ بنی ہاشم تک بھی نہ دیں گے جب یہ ہوا تو اسوقت مجھکو دفع کرنا اس کا ضرور ہوگا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھکو خبر دی ہے کہ اے علیؑ خدا نے تیرے واسطے حکم صبر کا دیا ہے اور یہ بھی حضرت مجھ سے فرما گئے ہیں کہ امت میری بعد میرے تجھ سے غدر اور بغاوت کریگی۔ اور جو عہد تیری نسبت مجھ سے کیا ہے اسکو توڑ ڈالیگی اے علیؑ تو مجھ کو بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کو چھوڑ کر گوسالہ پرستی اختیار کی اسی طرح تیری بیعت اور تابعداری چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کریں گے عرض کیا مینے یارسول اللہ میرے واسطے آپ کیا فرماتے ہیں اسوقت میں کیا کروں فرمایا صبر کر اور جہاد نہ کر ورنہ تلوار چلیگی اور نتیجہ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ کا پیدا ہوگا۔ اور اسلام گم ہوجائیگا ضرور اپنے کو اسوقت سنبھالنا اور صبر اختیار کرنا کسواسطے کہ حکم خدا اسی طرح سے ہے یہانتک کہ معلوم ہو کہ مجھ سے آکر ملے اور جیسا رسول خدا نے

انتقال فرمایا تو ان کے غسل اور دفن میں مشغول رہا اور جب اس سے فارغ ہوا تو امت میں یہ جھگڑا
دیکھا اور ان سب گروہ مہاجر اور انصار پر بکر دیئے اتمام حجت کی تا آن کے کہنے کو میری طرف
کوئی بات نہ رہے تم بھی جاؤ اور جو کچھ تم سے رسولخدا سے سنا ہے اسکو ابی بکر اور اسکے تابعین سے
کہو پس یہ بارہ شخص گئے اور گرد منبر رسولخدا صلعم کے بیٹھے اور اسدن جمعہ تھا اور ابوبکر منبر
پر بیٹھا ہوا تھا یہ بارہ آدمی کہ اصحاب کبار سے تھے اور شب و روز ہم جلیس اور ہم صحبت رسولخدا
اور حیدر کرار کے رہتے تھے ہر ایک نے فضائل اور مدائح جناب امیر علیہ السلام کے بیان
کئے اور ابوبکر کو بہت نادم اور شرمندہ کیا اور خدا سے ڈرایا ابوبکر نے جو حجت انہوں سے
سُنی چپ رہ گیا اور کچھ جواب نہ دیسکا سوائے اسکے وَلِيتُكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرٍ مِنْكُمْ
اَقِيْلُوْنِي اَقِيْلُوْنِي یعنی مجھکو تمہارا والی اور حاکم بنا دیا ہے اور میں تم سے بہتر نہیں
ہوں مجھ سے دست بردار ہو عمر نے جو یہ حکایت ابی بکر سے سنی کہنے لگا اَنْزِلْ عَلَيْهَا يَا
لَكَعُ یعنی منبر سے اُتر اے احمق خرد اے خسیس تجھے انکا جواب تک بھی نہیں دیا جاتا ہے
اسوقت ابی بکر کو اٹھا کر اسکے گھر کو لے گیا اور تین روز تک گھر سے باہر نہ آیا چوتھے روز خالد
بن ولید تین ہزار آدمیوں سے پہنچا اور سالم غلام حذیفہ بھی مع تین ہزار آدمیوں کے داخل
مدینہ ہوا اور اسی طرح منافقان عرب مدینہ میں جمع ہوتے جاتے تھے اور ان سب کے دلوں
میں حضرت علیؑ کیطرف سے نفاق بھرا ہوا تھا اور ان سبھوں نے خوف تیغ سے اظہار
اسلام کیا تھا یہاں تک کہ ایک لشکر عظیم جمع ہو گیا اسوقت تلواریں برہنہ میان سے
نکالے ہوئے آگے آگے سب کے عمر متوجہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام مع خاص اصحاب کے مسجد رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے عمر نے پکار کر کہا کہ واللہ اے علیؑ اگر
آج کے روز تم کچھ گفتگو اور بحث کرو گے تو تمہارے سروں کو ہم تلواروں سے جدا
کریں گے۔ اور تلواریں کھینچیں گے اس وقت خالد بن سعید العاص رحمۃ اللہ علیہ

کھڑے ہو گئے اور کہا کہ یا ابن صحاک الحبشیہ تو ہم کو اپنی تلوار سے ڈراتا ہے اس لشکر
منافقین کے بھروسہ پر کہ جو تو نے جمع کیا ہے بخدا کہ تلواریں ہماری تمہاری تلواروں
سے زیادہ تیز ہیں اگرچہ تعداد میں ہم کم ہیں ولیکن تم سے زیادہ ہیں کہ حجت خدا علی ابن
ابی طالب علیہ السلام ہمارے ہمراہ ہیں مگر جو کہ اطاعت اور فرمانبرداری خدائے تعالےٰ
کی ہم پر واجب ہے اسواسطے ہم خاموش ہیں ورنہ ابھی تلواروں سے خبر لیتے اور
تمہارے اوپر جہاد کرتے اور شجاعت اپنی دکھلاتے روبرو اپنے آقا امیر المومنین علیہ السلام کے
اسوقت جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خالد بیٹھ جا مرتبہ تیرا ظاہر ہوا اور
سعی تیری مشکور ہوئی اسوقت خالد تو بیٹھ گئے اور سلمانؓ فارسی کھڑے ہوئے اور کہا
کہ اللہ اکبر بخدا کہ ان اپنے دونوں کانوں سے مینے سُنا ہے رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ سے
اگر خلاف کہتا ہوں تو بہرے ہو جائیں یہ دونوں کان میرے کہ فرمایا حضرتؐ نے بَیْنَمَا
اَخِیْ وَابْنُ عَمِّیْ جَالِسٌ فِیْ مَسْجِدِیْ مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ تَقْصُدُہٗ
جَمَاعَۃٌ مِّنْ کِلَابِ النَّارِ یعنی پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ہوگا کہ
بھائی میرا اور ابن عم میرا میری مسجد میں بیٹھا ہووے مع تھوڑے سے آدمیوں کے
اپنے دوستوں سے کہ ناگاہ ایک جماعت کتوں اہل دوزخ کی اس پر حملہ آور ہوگی
اور قصد کریگی اس کے مارنے کا اور یاروں اس کے کا پس مجھکو شک نہیں ہے کہ
وہ کتے جہنم کے تم ہو عمر خطاب نے تلوار نکالی اور اٹھا اور چاہا کہ سلمانؓ کو قتل
کرے پس فوراً جناب امیرؑ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر گریبان عمر کا پکڑ کر اسکو اپنے سامنے
آڑا ڈال لیا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی اور پگڑی بھی اسکے
سر سے گر گئی سب کے روبرو بڑی خجالت ہوئی اس وقت ابوبکر مع ایک جماعت
کثیر اپنے یاروں کے آیا اور عمر کو اٹھایا اور بٹھایا امیر المومنین علیہ السلام نے
فرمایا یا بن ضُحَاکَ الْحَبْشِیَّۃَ لَوْ لَا کِتَابٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ وَ

عَھِدُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَقَدَّمَ لَرَاَیْتَ مِنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَاَقَلُّ

عَدَدًا اس وقت جناب امیر علیہ السلام مع اپنے یاروں کے اُٹھ کھڑے ہوئے

اور اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہو کر حضرت نے فرمایا کہ تمکو رحمت ہے خدا کی پس عمر

کا یہ معمول تھا کہ بہت سا لشکر اپنے ساتھ لیکر ہر ایک آدمی کو ان لوگوں میں سے جو

بیعت ابی بکر سے انکار رکھتے تھے۔ بُلاتا تھا اور لشکرِ گمراہ کی دھمکی دکھاتا تھا اور

جبرًا و قہرًا ابی بکر کی ہر ایک شخص سے بیعت لیتا تھا۔ اور جو اپنے گھروں میں چھپ

رہتے تھے ان کو پکڑ بلاتا تھا اور بیعت کراتا تھا اور بعض کو قتل بھی کرتا تھا الغرض مدت

تین ماہ تک یہی شور و شر بیعت کا لوگوں میں رہا۔ آخر کار خود واسطے بلانے جناب

امیر علیہ السلام کے گیا اور قضیہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واقع

ہوا اور عمر نے لات جناب سیدہؑ کے ماری اور ایذا دینا اس جناب کا سبکو معلوم ہے اور

مخالفت سعد بن عبادہ کی مع دو ہزار آدمیوں کے بنی خزرج سے اور نیز مخالفت قیس بن

سعد کی سب پر ظاہر ہے اور مالک نویرہ نے مع دس ہزار آدمیوں اپنے قبیلہ کے بیعت ابی

بکر سے نہ کی اس پر خالد بن ولید کو بھیجا اور اس نے جا کر اس مومنِ دیندار کو حالتِ

نماز میں مع دس ہزار مومن کے قتل کیا اور مال انہوں کا لُوٹ لیا اور عورات اور

بچے انہوں کے قید کر لائے اے ابراہیم پس کیونکر اجماع ہوا ہووے خاص اُمت

کا خدا سے ڈرو اور چھوڑ دو اپنے اس اعتقاد فاسد کو اور خدا اور رسول صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم پر اتہام نہ رکھو اور اے ابراہیم اگر اجماع کا اعتبار کیا جاوے خلافت

ابی بکر پر تو از روئے اجماع کے خلافت قرار پائی ہووے پس کس واسطے یزید اور

باقی بنی امیہ کو کہ مفسد اور کافر دین میں اپنا امام نہیں قرار دیتے ہو کیونکہ جس قدر

آدمیوں نے انہوں کی بیعت اور تابعداری کی ہے وہ سو حصہ زیادہ بیعت کرنے

والوں ابی بکر اور عمر سے تھے یعنی جنہوں نے یزید اور معاویہ وغیرہ سے بیعت

کی تھی اسوجہ سے معاویہ اور یزید اور باقی بنی اُمیّہ کا امام ہونا چاہیے اور کسی بشر کو
شک نہ ہوگا کفر میں اس شخص کے کہ جس کے وہ امام ہوں کہ جو سر فرزند رسولؐ کا
کاٹ کر ان کے اہلبیتؑ کو اونٹوں پر سوار کرا کر قید میں لے گئے اور تا مدّت دراز
مذمت اہلبیتؑ رسول اللہ صلعم کی کرتے رہے اے ابراہیم اجماع منعقد ہوا درمیان
اہل اسلام کے قتل عثمان میں کہ اجماع خاص و عام سے ہے تمام شہروں سے اہل اسلام نے
خطوط لکھے اور آدمیوں کو آمادہ کیا قتل پر اس کے اور شہر مصر سے قریب پانچ ہزار یا تیس
ہزار آدمی کے شاکی ظلم عثمان کے ہو کر آئے اور ایکبارگی سب نے اتفاق کر کے بہت
بُرے حال سے اسکو قتل کیا اور چند مدت تک پاؤں میں اس کے رسن باندھکر مانند مرے
ہوئے جانوروں کے مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں کھینچتے پھرے اور گروہ در گروہ مسلمانوں
کے آتے تھے اور لات اور جُوتہ اس کے سر اور منہ پر مارتے تھے اور اسکے ظلم کی شکایت
کرتے تھے اے ابراہیم وہ آدمی کہ بحکم خدا خلیفہ ہوا اور نصوص الٰہی اور حضرت رسالتؐ
پناہی اس کے حق میں بیشمار ہوں پس اسکو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسولؐ نہ کہنا چاہیے اور
بڑی تعجب کی بات ہے کہ تم سب اپنے کتب اعتقادیہ میں لکھتے ہو کہ خدا اور رسولؐ نے
خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے اور تمہارے زعم میں خلیفہ بنایا عمر بن خطاب نے ابی بکر کو
اور نہایت بیشرمی سے ابی بکر کو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسولؐ کہتے ہو اور لکھتے ہو بلکہ
ابی بکر کو خلیفۃ العمر لکھنا اور کہنا لازم ہے اے ابراہیم جو کہ عمر خطاب اور خالد بن ولید
اور بہت سے منافقین بنی امیہ کو علی بن ابی طالب علیہ السلام سے عداوت اور
دشمنی قدیم تھی تو اس واسطے یہ تمام فساد برپا کیا اور کتنے ہی ہزار خلق اللہ کو راہ حق
سے گمراہ کر کے دوزخ میں ڈالا اے ابراہیم کسی امت نے اپنے پیغمبر کے دین
میں یہ فساد کئے ہیں اور اپنے پیغمبرؐ کی اہلبیتؑ پر یہ ظلم روا رکھے ہیں آیا یہ بات
جائز ہے کہ واسطے خوشنودی اپنے نفس کے کبھی سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا دیں

اور پھر معزول کریں اور پھر ابو بکر کو خلیفہ بناویں اور کبھی عثمان کو خلیفہ بناویں۔ اور پھر اسکو
مثل جانوروں کے قتل کریں۔ اور جو بات موافق اپنے مطلب کے ہو اسکے موافق کریں اے ابراہیم
یہ دو گروہ ہیں کہ ضد اور مخالفت اور لڑائی اور دشمنی ایک کی دوسرے سے سب امت پر بخوبی ثابت
ہے۔ گروہ اوّل شیعیان علیؑ ابن ابی طالبؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ
الزہرا علیہم السلام کی سلمان فارسی اور عباس اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور
ابو ذر غفاری اور مقداد بن اسود الکندی اور عمار بن یاسر اور عثمان بن مظعون اور محمد بن ابی
بکر اور حذیفۃ الیمانی اور ابی بن کعب اور خالد بن سعید العاص اور جابر بن عبد اللہ انصاری
اور ابو ایوب انصاری اور ابو دجانہ انصاری اور سعید بن عبادہ انصاری اور قیس
بن سعد انصاری اور ابو لبابہ اور ابو الہیثم اور میثم تمار اور مالک اشتر نخعی اور فضل
ابن عباس اور ابو الاحداج اور جعفر طیار اور ابو سعید الخدری اور سلمان بن سرد اور
سہیل بن حنیف اور عدی بن حاتم طائی اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اوّل اسلام سے آخر عمر تک
خلوت اور جلوت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے اور طریقہ عبادت
اور اعمال اور افعال حضرت کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور پیغمبرؐ خدا نے ان ہر ایک
کے حق میں حدیثیں فرمائی ہیں اور بعض کو حضرت نے اپنی اہلبیتؑ میں شامل کیا ہے
اور بعض کو مثل پوست چشم اپنی کے فرمایا ہے۔ غرض کہ ہر ایک کے باب میں
حضرت نے منقبت فرمائی ہیں اور جو اہل بیتؑ ان حضرت کی ہیں۔ خدا تعالیٰ
نے انکی عصمت اور طہارت پر گواہی دی ہے۔ اور اس طرح محبت انہوں کی سب
آدمیوں پر فرض اور واجب کی ہے کہ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا
الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اور موافق حکم خدا کے قول ان کا صادق اور نص
قاطع ہے اور اے ابراہیم جو کچھ فرمایا ہے انہوں نے طریق رسول خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم اور عبادات ان حضرت کے فرائض اور نوافل اور احادیث اور اخبار

سے ان کے قول کے موافق عمل کرنا بہتر اور مناسب ہے اور اعتبار ان کا نزدیک خدا
اور رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیادہ تر ہے بمقابلہ اعتبار قول ابی بکر اور عمر اور
عثمان اور عائشہ اور حفصہ اور انس بن مالک اور سعد اور سعید اور ابو عبیدہ جراح اور عمر
عاص اور ابو ہریرہ اور براء بن عازب اور خالد بن ولید اور سالم غلام ابی حذیفہ اور سعد بن
ابی وقاص اور طلحہ بن عبداللہ بن عامر کریز اور معاویہ اور یزید اور عمر سعد اور عبید زیاد
اور مروان بن حاکم اور باقی بنی امیہ سے کہ یہ سب تمہارے امام ہیں آیا پیروی کرنا اس گروہ
کی بہتر ہے یا اس گروہ کی کہ جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اعتماد اس گروہ کا زیادہ ہے یا
اس گروہ کا کہ جن کے ناموں کو مینے پہلے ذکر کیا ہے اور اے ابراہیم مخالفت اور دشمنی
ان دونو گروہوں کی سب امت پر ظاہر ہے اور بعد وفات رسول خدا صلے اللہ علیہ
و آلہ سے آج کے دن تک یہ دونو گروہ آپس میں قصد قتل اور قمع کا کرتے رہے ہیں
اور اعمال اور افعال اور عبادات اور اعتقادات میں ان دونو گروہوں کی
مخالفت ثابت ہے اب تو بیان کر کہ ان دونوں گروہوں میں سے کون حق پر
تھا اور کون باطل پر۔ ابراہیم کا اسوقت عجیب حال تھا حیران پریشان نہ طاقت گفتار
نہ قوت سکوت یہ حال ابراہیم کا دیکھکر ہارون غصہ ہوا اور بولا کہ اے ابراہیم جواب
کیوں نہیں دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو اب تک دین رسول اللہ پر نہیں تھا آج تو
اپنے کو بڑا اعلم اور افضل علماء اسلام کا جانتا ہے اور ایک کنیز کو جواب نہیں دے سکتا
باوجودیکہ بہت سے علماء اور فضلاء تیرے ساتھ میں متفق ہیں اور [illegible] ہیں تیرے
مددگار ہیں ابراہیم حیران تھا کسواسطے کہ اگر کہتا ہے کہ طریق اہلبیت رسول اللہ صلے
علیہ و آلہ اور معصومان خاندان رسالت اور صحابہ کبار کا باطل ہے تو کفر اس کا
ثابت ہوتا ہے۔ اور مخالفت قرآن اور حدیث کی کرنی پڑتی ہے اور خوف
یہ تھا کہ جو خلائق کہ اسوقت موجود ہے [illegible] مجلس [illegible] کہ کہیں ادب

اگر کہتا ہے کہ طریقہ ابی بکر اور عمر اور عثمان اور انکے تابعین کا باطل ہے تو خلاف اعتقاد کے
ہوتا ہے اور مذہب باطل ہوا جاتا ہے اور اس صورت میں اندیشہ مارے جانے کا بھی تھا
جبکہ ہارون نے ابراہیم کا یہ حال دیکھا تو حسنیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا کہ اے حسنیہ یہ پھر علم تو نے
کہاں سے حاصل کیا حسنیہ نے کہا کہ اس علم کو حاصل کیا مینے بعد توفیق خدا اور کوشش اور سعی
اپنے نفس نیکے سے ہارون نے کہا کہ اے حسنیہ ان علوم میں تیرا اُستاد کون تھا حسنیہ نے
عرض کیا کہ خلیفۂ زمان پر پوشیدہ نرہے کہ جب میں پانچ برس کی ہوئی تو خواجہ میرے نے مجھ کو
حرم محترم جناب امام جعفر صادق علیہ السلام میں بھیجا کہ خدمت خادمانِ جناب میں ہوں اور
شرائط عبادت کے اور قاعدے طہارت کے سیکھوں جبکہ میں ایک مدت خدمت بابرکت
حضرات میں رہی تو طریقہ طہارت اور تقوی اور پرہیزگاری اور نماز اور روزہ کا مینے
سیکھا اور حفظ یاد کیا خلاصہ سات برس میری عمر سے خدمت حضرات میں گزرے ایک
روز حضرت امام علیہ السلام حرم محترم میں داخل ہوئے اور پانی واسطے وضو کے طلب
فرمایا اتفاقاً وہ خادم حضرت کا کہ جس کے سپرد یہ خدمت تھی وہ اسوقت حاضر نہ تھا مینے
جلدی کی اور دوڑ کر فوراً ظرف آب اٹھا کر حضرت کی خدمت میں حاضر کیا اسوقت حضرت
نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تو کون ہے مینے عرض کیا کہ میں فلاں خواجہ کی کنیز ہوں
اور ایک مدت سے اسی حرم محترم میں خدمت گزاری کرتی ہوں پھر فرمایا مجھ سے کہ تو
نماز پڑھتی ہے عرض کیا مینے کہ ہاں پڑھتی ہوں اے مولا فرمایا کہ طریقہ طہارت
اور وضو کا بھی جانتی ہے عرض کیا کہ ہاں جانتی ہوں اور جو کچھ کہ حضرت
نے مجھ سے سوال فرمایا جواب موافق سوال کے عرض کیا جوابات کو سنکر حضرت
نے اپنا آدمی بھیجکر میرے خواجہ کو کہ جو اس جگہ موجود ہے بلایا اور فرمایا کہ اے
خواجہ تیری کنیز بہت فہیم اور ہوشیار ہے اس کو ہمارے ہاتھ بیچ دے
خواجہ میرے نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہزار بار میرے

آپ پر فدا ہوں یہ کنیزک میری آپکی خدمت میں رہیگی اور میں بھی آپ کے کمترین
چاکروں اور بندوں سے ہوں اس روز سے خدمت حضرت کی خاص مجھ سے متعلق
ہوئی اور جب میں لائق اور جوان ہوئی تو ہمیشہ حضرت مجھ کو تعلیم فرماتے تھے اس
زمانہ میں خاص حضرت کی خدمت بابرکت میں تو مجھکو جرات نہوتی تھی ولیکن اولاد
اور اصحاب ان حضرت کی خدمت میں کہ ہر ایک فصاحت اور بلاغت میں صاحب
کمال اور علم اور فضل میں بے مثال تھے تحصیل علوم کرتی تھی اور اکثر مسائل مشکلہ
کہ علماء اسلام انکی تحقیق میں عاجز رہے ہیں حقیقت ان مسائل کی خاص ان حضرت
سے میں دریافت کرتی تھی یہاں تک کہ مرتبہ اجتہاد کا میں نے حاصل کیا اور آج
کے روز مجلس خلیفہ زمان میں علی رؤس الاشہاد حقیت اپنے مذہب کی دوست
اور دشمن پر ظاہر اور ثابت کی اور کسی مسئلہ میں بند نہوئی ہارون نے کہا کہ اے حسنیہ
تو نے کیا سنا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے رویت میں خدا تعالے
کی کہا کہ سنا ہے میں نے کہ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارُ
وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ جس حالت میں کہ رویت
خدا تعالے کی ممکن نہیں ہے۔ تو کس واسطے موسیٰ علیہ السلام نے کہ پیغمبر
اولوالعزم تھے استدعا طلب رویت کی کر کے کہا کہ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ
اِلَیْكَ اے حسنیہ یہ طلب کرنا محال کا از روئے جہل کے تھا یا از روئے
سہو کے اور یہ دونوں مقام موافق تیرے مذہب کے نہیں حسنیہ نے جواب میں
اس کے کہا کہ اے ابراہیم طلب رویت کرنا حضرت موسیٰ کا نہ از روئے جہل کے تھا
نہ از روئے سہو کے حضرت موسیٰ طلب رویت میں معذور اور مقہور تھے اس لئے کہ
جب عازم ہوتے واسطے مناجات کے تو ستر آدمیوں بنی اسرائیل کو منتخب کر کے ہمراہ
اپنے کوہ طور پر لیگئے جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے کہ وَاخْتَارَ مُوسٰی

قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا جب حضرت موسٰی ان آدمیونکو اپنے ہمراہ
لیگئے تو انہوں نے موسٰی سے کہا کہ ہم تم سے استدعا کرتے ہیں کہ تم دعا کرو اور سوال کرو
کہ خدائے تعالےٰ کلام اپنا ہمکو سناوے اسجگہ پر کہ تم خدا سے مناجات کرتے ہو حضرت موسٰی
نے بوجہ تکلیف اور التماس اس گروہ کے سوال کیا درگاہ خدائیتعالےٰ میں کہ حضرت پروردگار
کلام اپنا اس جماعت کے کانوں میں پہنچا دے حضرت واہب العطایا نے قبول فرمایا
جبکہ حضرت موسٰی علیہ السلام مناجات سے فارغ ہوئے تو کہا انہوں سے کہ هَلْ
سَمِعْتُمْ كَلَامَ اللّٰهِ رَبِّكُمْ یعنی سُنا تم نے کلام رب اپنے کا انہوں نے کہا
کہ سُنا ہم نے ایک کلام کو مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کلام خدائے تعالےٰ کا تہا یا شیطان
کا ہمکو اعتبار نہیں ہے جبتک کہ نہ دیکھیں ہم اللہ تعالےٰ کو آشکارا اور ظاہر جیسا
کہ خدائیتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ
جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ یعنی کہا قوم موسٰی نے کہ ہم ایمان
نہیں لاتے ہیں ساتھہ تیرے جبتک کہ ہم نہ دیکھیں خدا کو ظاہر پس بجلی گری اور جلایا
انہوں کو بسبب اس ظلم کے کہ جو انہوں نے کیا تہا یعنی طلب رویت کی تھی پس موسٰی
علیہ السلام نے کہا جیسا کہ قرآن مجید ناطق ہے اس پر کہ اَتُهْلِكُنَا بِمَا
فَعَلَ السُّفَهَاءُ یعنی خداوندا ہلاک کرتا ہے تو مجھکو عوض میں اس فعل کے کہ جو
میری قوم کے احمقوں سے سرزد ہوا ہے یعنی طلب کرنا دیدار کا اے ابراہیم
اگر قوم موسٰی علیہ السلام طلب رویت میں صواب پر ہوتی اور رویت خدا
ممکن ہوتی تو اللہ تعالےٰ ان کو صاعقہ سے ہلاک نہ کرتا اور اگر موسٰی طلب
رویت میں اپنی قوم کے آدمیوں کے شریک ہوتے تو اعتقاد رویت
کا رکھتے یا اپنے زعم میں طلب رویت کی ہوتی تو لازم تھا کہ حضرت موسٰی
علیہ السلام بھی صاعقہ سے ہلاک ہوتے ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ اگر موسٰی

نے طلب رویت حسب درخواست قوم کے کی تو بعد جلنے اور ہلاک ہونے قوم اپنی کے
کیوں کہا کہ تُبْتُ اِلَيْكَ حسنیہ نے جوابدیا کہ اے ابراہیم موسیٰؑ نے قبل اجازت
لینے کے پہلے سوال کیا اور بہتر وہ تہا کہ اوّل اجازت چاہتے اور بعد اسکے سوال
کرتے اور نہ حاصل کرنا اجازت کا نہ کبیرہ ہے اور نہ صغیرہ اور جو کہ وہ مقام باریتعالیٰ
عزّ اسمہٗ کا بارفعت اور بامنزلت ہے لہذا ترک ادب خیال کر کے استغفار
کرتے ہیں کسواسطے کہ گروہ انبیاء معصوم اور برگزیدہ ہیں اے ابراہیم مجھ میں
اور تجھ میں بحث رویت کی تھی اور میں دلیل لانے والی تہی واسطے عدم رویت
کے تُبْتُ اِلَيْكَ بحث رویت میں دلیل میری ہے اور میرے مدعا پر شاہد ہے
اے ابراہیم سُن تو کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا کہ لَنْ
تَرَانِی یعنی مجھ کو تو ہرگز نہ دیکھیگا دنیا اور عقبیٰ میں کیونکہ لَنْ واسطے نفی ابد کے
جبکہ موسیٰؑ باوجود تقرب نبوّت اور اولوالعزمی اور حصول مرتبہ ہمکلامی کے نہ دیکھ
سکے تو پس سوائے کلیم کے کون دیکھ سکتا ہے اے ابراہیم صحت رویت کی مشروط ہے
تین شرطوں پر اوّل سلامتی خاصۂ بصر کی دوسرے صحت رویت مرئی کی تیسرے
نہ ہونا حجاب کا اور آج کے روز یہ سب شرطیں حاصل ہوتیں اگر لائق دیکھنے
کے ہوتا تو ضرور تہا کہ دنیا میں مرئی ہوتا - اور جو دکھلائی نہیں دیتا ہے تو دلیل
ہے اس پر کہ رویت اسکی محال ہے اور بھی اگر رویت اللہ تعالیٰ کی جائز ہوتی
تو جسم ہوتا یا جوہر یا عرض اور یہ محال ہے کہ وہ جسم اور جوہر اور عرض ہو کیونکہ
یہ چیزیں حادث ہیں اور وہ قدیم ہے اور اے ابراہیم ضرور ہے کہ جو چیز دکھلائی دینے والی
ہو اسکو کسی کیفیت کے ساتھ دیکھنا چاہئے اور ذات اَلْکَیْفِ محدث ہے اور بھی وہ چیز کہ
جسکو دیکھ سکیں چاہئے کہ وہ برابر میں دیکھنے والے کے ہو اور وہ چیز کہ ایسی ہو مکان میں یا ظرف میں
ہو اور واجب الوجود مکان اور جہت میں نہیں ہے پس دیکھنا اس کا محال ہے ابراہیم نے

کہا کہ اے حسنیہ کیا کہتی ہے اس آیت میں کہ وُجُوہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلیٰ رَبِّھَا
نَاظِرَۃٌ حسنیہ نے کہا یہ آیت موالات سے ہے اِلیٰ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ یعنی
اِلیٰ نِعْمَۃِ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ یعنی تم طرف نعمت خدا اور رحمت اسکی کے دیکھتے رہو
مضاف محذوف ہے اور مثال اسکی قرآن میں بہت جگہ پر ہے اور جان تو کہ نظر پھیرنا حدقہ
کا ہے واسطے مرئی کے اور یہ خدائے تعالیٰ پر روا نہیں ہے کسواسطے کہ جسم اور جسمانی نہیں
ہے دوسرے اور سن کہ جسجگہ کہ لفظ نظر ہو اور لفظ رویت ہو کہ وہ دیدار ہے لازم نہیں
ہے جیسا کہ عرب کہتا ہے نَظَرْتُ اِلَی الْھِلَالِ وَلَمْ اَرَاہُ یعنی طرف چاند
کے نظر کی میں نے اور نہ دیکھا میں نے اسکو اور اگر نظر بمعنی رویت کے ہوتی تو سخن متناقض
ہوتا یعنی کلام میں تنقیض ہوجاتا ابراہیم نے کہا کہ اے حسنیہ کیا کہتی ہے تو اس آیت کی معنی
میں کہ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ حسنیہ نے کہا کہ لقاء بمعنی لائق دیکھنے کے
ہوتے ہیں مقابلہ میں تمہارے نزدیک کہ تم دشمن ہو دیکھنے کے مقابلہ میں اور یہ
اللہ تعالیٰ کو پروا نہیں ہے دوسرے یہ ہے کہ لقاء اگر بمعنی دیدار کے ہوتی
تو خدائے تعالیٰ دیدار کو بمعنی لقا کے فرماتا اور لقاء کو خدائیتعالیٰ واسطے منافقوں
کے اثبات فرماتا ہے۔ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا اِلیٰ یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ یعنی نفاق
ان کے دلوں میں رہیگا۔ جبتک کہ نزدیک خدا کے پہنچیں۔ اور باتفاق سب مذہبوں
کے منافقوں کو دیدار خدائیتعالیٰ کا نہوگا پس معلوم ہوا کہ جس جگہ قرآن مجید میں
ذکر لقا ہے اس سے مراد دیدار نہیں ہے اور اگر لقا بہ نسبت مومنوں کے ہے تو
مراد ثواب اور رحمت اس کی سے ہے اور اگر لقاء حق میں کافروں اور منافقوں
کے ہے تو مراد اس سے غصہ اور عذاب خدا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَاِنَّ کَثِیْرًا
مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ لَکٰفِرُوْنَ اور اس آیت میں لقا
بمعنی رحمت کے ہے اور یہ آیت شاہد اس کی ہے کہ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ اور مراد اس جگہ آخرت سے غرض ثواب آخرت ہے اے ابراہیم اگر رویت دُنیا میں ممکن نہوتی تو آخرت میں ممکن ہوتی اور خدا تعالیٰ حضرت موسٰی اور انکی قوم کے جواب میں فرماتا ہے کہ لَنْ تَرَانِيْ فِي الدُّنْيَا یعنی مجھکو ہرگز نہ دیکھیگا تو دُنیا میں ولیکن آخرت میں تو دیکھیگا جاننا چاہیئے کہ یہ نفی مکلّف کی ہے یعنی مجھکو نہ دیکھیگا تو اور نہ دیکھ سکیگا۔ جب کلام حسنیہ کا اس مقام تک پہنچا تو ہارون نے اسکا کلام قطع کر کے کہا کہ اے حسنیہ تیرے مولا جعفر صادق علیہ السّلام نے کس دلیل سے اپنے شیعوں کو ترغیب دی واسطے کرنے متعہ کے اور حکم دیا متعہ کا حسنیہ نے کہا کہ بموجب کلام نص ملک العلام کے کہ فرماتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً یعنی جس چیز کا متعہ کرو تم کچھ دو تم عورتوں کو مہر انکا خلیفۂ زمانہ پر واضح ہو کہ سب مفسّر اور اہل فقہ متفق ہیں کہ مراد نکاح سے متعہ ہے ابراہیم بولا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اہلسنت وجماعت میں خلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ایک مدت تک حلال تہا اور بعد اس کے حرام ہوگیا اور بعضے کا قول ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تب حرام ہوا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اسوقت یہ کلام تیرا کمال تعصب سے ہے کسواسطے کہ تمہارے عالموں نے اس باب میں خبریں مختلف اور مضطرب روایت کی ہیں یعنی متفاوتُ اللفظ والمعنی کہ نقیض بعض بعضاً سُن اے ابراہیم کہ جو آیت کہ قرآن میں منسوخ ہوئی ہے اور ناسخ بھی موجود ہے اگر کوئی تم سے پوچھے کہ وہ آیت کہ ناسخ متعہ ہے کونسی ہے تو تم کیا جواب دوگے اسوقت ابراہیم نے عاجز ہو کر کہا کہ ہمکو منع کرنا عمر کا سند ہے کس واسطے کہ اگر آیت منسوخ نہ ہوتی اور رسولخدا نے بھی اس سے منع نہ کیا ہوتا تو عمر بھی منع نہ کرتے حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم دلیل روشن ہے حلال ہونے متعہ کی اور

منسوخ نہونے پر اسکے منع کرنا عمر کا کسواسطے کہ اگر متعہ من عند اللہ اور من عند الرسول
منسوخ اور حرام ہوتا تو البتہ عمر اس روز اس حدیث اور آیت کا حوالہ بیان کرتا جس
دلیل سے اسکو منع کیا ہے اور اسکو سند قرار دیتا اور کہتا کہ خدا نے حرمت متعہ میں ایسا
فرمایا ہے یا رسول اللہ نے اس حدیث سے منع کیا ہے اور یہ نہ کہتا کہ اِن گانتا
مُتعَتَانِ فِی عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ اَنَا اُحَرِّمُهُمَا وَ اُعَاقِبُ عَلَیهِمَا
مُتعَةُ الحَجِّ وَ مُتعَةُ النِّسَآءِ یعنی دو متعہ زمانہ رسولخدا میں حلال تھے
اور میں حرام کرتا ہوں ان دونوں کو اور میں عذاب کرونگا انکے کرنیوالے پر ایک
متعہ حج ہے اور دوسرا متعہ نساء ہے یعنی متعہ زنان پس منع کرنے عمر پر یہ
عبارت گواہ ہے اور دلیل ہے اسپر کہ متعہ خدا اور رسولخدا کیطرف سے منع
نہیں ہوا۔ بلکہ مامور ہیں ہم اس کے کرنے پر کسواسطے کہ خدا و رسول کی طرف سے ہمارے
واسطے حکم ہوا ہے کرنے متعہ کا اور اس کے نہ کرنے کا کوئی حکم واقع نہیں ہوا۔ اور کسی
نے روایت کبھی اسکی نہیں کی بلکہ اس کے کرنے میں ثواب عظیم حاصل ہے اور اس کے
ثواب میں بہت احادیث طریق اہلبیت علیہم السلام میں واقع ہوئی ہیں کہ انمیں سے
یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لَو لَا اَنَّ عُمَرَ نَهٰی
عَنِ المُتعَةِ مَا زَنٰی اِلَّا شَقِیٌّ وَ اِلَّا الا شقی بھی پڑھا ہے اے ابراہیم
جو کچھ احادیث اور اخبار سے تمہارے طریقہ میں واقع ہے اور تمہارے محدثین نے
نقل کیا ہے اسکو بیان کروں کہ عمر بن حصین سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ
اُنزِلَت اٰیَةُ المُتعَةِ فِی کِتَابِ اللّٰهِ وَ فَعَلنَاهَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیهِ وَ اٰلِهٖ وَ لَم یُنزَل قُراٰنٌ یُحَرِّمُهَا وَ لَم یَنهَ النَّبِیُّ عَنهَا حَتّٰی
مَاتَ یعنی آیت متعہ نازل ہوئی کتاب خدا میں اور کیا ہمنے اسکو ہمراہ پیغمبر خدا کے اور
قرآن میں کچھ بھی نازل نہیں ہوا حرمت متعہ میں اور پیغمبر خدا نے منع نہیں کیا ہم کو اس سے

یہاں تک کہ آپ نے دنیا سے انتقال فرمایا اور اسی طرح روایت کی ہے عبد اللہ
مسعود نے اس عبارت سے کہ قَالَ کُنَّا نَغزُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صلعم وَلَیسَ
مَعَنَا نِسَآءُ فَقُلنَا اَلَا نَستَخصِی النِّسَآءَ فَنَھَانَا عَن ذَالِکَ وَ
رَخَّصَ لَنَا اَن تَنکِحَ المَرأۃَ بِالثَّوبِ اِلیٰ اَجَلِہٖ ثُمَّ قَرَأَ عَبدُ
اللّٰہِ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُم
یعنی عبد اللہ مسعود نے روایت کی ہے کہ ہم جہاد میں ہمراہ رسولخدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کے تھے اور ہماری عورات ہمراہ ہمارے نہ تھیں پس عرض کیا ہمنے یا رسول اللہ
ہم اپنی عورتوں کو بلائیں حضرت نے منع فرمایا ہمکو بلانے عورتوں سے ہماری
اور اجازت دی ہمکو کہ عقد نکاح متعہ کریں ہم عورتوں سے عوض میں پارچہ وغیرہ
کے تا وقت معین پس عبد اللہ مسعود نے اس آیت کو پڑھا یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان
لائے ہو تم حرام نہ کرو تم طیبات کو کہ تمہارے اوپر حلال کیے گئے ہیں اور اسی طرح
روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے کہ سُئِلَ عَن عَبدِ اللّٰہِ بنِ عُمَرَ رَجُلٌ مِن
اَھلِ الشَّامِ عَن مُتعَۃِ النِّسَآءِ قَالَ ھِیَ حَلَالٌ فَقَالَ اِنَّ
اَبَاکَ قَد نَھٰی عَنھَا فَقَالَ ابنُ عُمَرَ حَاشَا اللّٰہِ اَن نَترُکَ
سُنَّۃَ النَّبِیِّ وَ نَتَّبِعَ قَولَ اَبِی یعنی اہل شام میں سے ایک شخص نے عبد اللہ
بن عمر سے پوچھا دربارہ متعہ عورتوں کے کہ حلال ہے یا حرام عبد اللہ عمر نے کہا
کہ حلال ہے اس شخص نے کہا کہ تیرے باپ نے منع کیا ہے اور نہی کی ہے متعہ
سے عبد اللہ عمر نے کہا کہ اگر میرے باپ نے منع کیا ہے متعہ کو اور خدا اور رسول
نے حکم دیا ہے واسطے کرنے متعہ کے تو واللہ کبھی ترک نہ کرونگا متعہ کو اور نہ کرونگا
پیروی قول اپنے باپ کی ترک متعہ میں لے ابراہیم اصل میں سب چیزونکی اباحت ہے جب
تک کوئی ممانعت اسکے واسطے وارد نہو اور منع ہونا محتاج دلیل کا ہے اور جسجگہ دلیل نہیں ہے

منع نہیں ہے اگر تو کہے کہ مانع عمر ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہؤا میں کہتی ہوں کہ دو حال سے خالی
نہیں ہے ایک یہ ہے کہ سند منع اس کے کی دلیل ہو یا اجتہاد اگر دلیل ہو تو مانتی ہوں لیکن
یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی دلیل نہیں ہے نہ سمعی اور نہ عقلی کہ سند منع کی ہووے اور اگر منع اسکا
از روئے اجتہاد کے ہے تو نہیں مانتی ہوں اسواسطے کہ جو اجتہاد موافق نص الہی اور حدیث
حضرت رسالت پناہی کے نہو وہ باطل ہے اور دوسری دلیل قول امیر المومنین علیہ السلام کا
ہے کہ قول انکا فتویٰ اور حجت ہے دین میں بسبب عصمت انکی کے اور اجماع اہلبیت اور
عبداللہ عباس اور عبداللہ مسعود اور سعید بن جبیر اور جابر بن عبداللہ کی دلیل واضح ہے
حلت متعہ کی دوسرے اور سن اے ابراہیم کہ روایت کی ہے ابی رباح نے کہ فقہائے
تابعین سے ہے صفوان بن معلی سے اور اس نے اپنے باپ سے کہ کہا اسنے سبب منع کرنے عمر کا متعہ
عورتوں سے یہ تھا کہ جسوقت عمر بن حریث نے ایک عورت سے متعہ کیا عمر نے اس سے پوچھا کہ
جسوقت میں کہ تو نے متعہ کیا کون حاضر تھا اور کس کے سامنے کیا ہے اس نے کہا کہ
میری ماں اور اسکی ماں عمر نے کہا کہ نَهىٰ عَنْهَا اَخْشىٰ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ
دَغَلًا اَىْ فَسَادًا یعنی میں متعہ کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ ڈرتا ہوں
میں کہ اس میں کوئی فساد ہو اور اسی کلام کو کہ مذکور ہؤا سند منع اپنے کی بنایا
اور اسے منع کیا روایت دوسری یہ ہے کہ عمر خطاب اپنی بہن کے گھر گئے اور دیکھا
کہ غسل کرتی ہے کہا کہ تو بے شوہر ہے اور یہ ایام تیرے حیض کے بھی نہیں ہیں
سبب غسل کرنے کا کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے متعہ کیا ہے اسوقت عمر صاحب نے
...اور تند ہو کر حکم دیا کہ اب سے نکاح متعہ منسوخ رہے اور کوئی متعہ نہ کرے
اے ابراہیم کیا خوف ہے کہ بجز دشمنی کے کوئی ڈرے احکام اور عقود شریعت
...اور اس حکم کو کہ جسکی تحریم جائز نہیں ہے اس کو ناجائز اور حرام کہے اور خیال
...کرے کہ اسمیں کوئی فساد پیدا ہو جاویگا پس ایسا حکم صریح کہ جو موافق نص خدا اور رسول

کے ثابت اور جاری ہوا اسکو حرام کرے اور درپردہ جاری کرنا چاہے اس فعل کو کہ جسکا جواز
شرعاً ہو پس اس خوف سے تمام احکام شرعیہ میں خوف داخل ہونے فساد کا ہوتا ہے اے
ابراہیم اگر کوئی شخص موافق قول خدا اور رسول کے مخالفت عمر صاحب کی کرے تو
اسکو بدعت جانتے ہو اور اس آدمی کو رافضی کہتے ہو اور اسکی تکفیر کرکے قتل کرتے ہو
عجب تعصب اور عناد ہے تمکو اور تعصب اور گمراہی کا کیا انتہا اور یہ بھی سن اے ابراہیم
کہ روایت صحیحہ میں واقعہ ہوا ہے کہ ایکروز عبد اللہ بن عباس کسی جگہ کو جاتے تھے
دیکھا اثنائے راہ میں دروازہ مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا ہے اور اس زمانہ میں عبد اللہ
بن زبیر مکہ معظمہ میں دعوی خلافت کرتا تھا اور عبد اللہ بن عباس اخیر عمر میں نابینا
ہوگئے تھے اسوقت وہاں پہنچکر متوجہ مسجد کے ہوتے جب ابن زبیر نے عبد اللہ بن
عباس کو دیکھا تو از روئے تعرض اور حقارت کے کہنے لگا کہ جَاءَنَا اَعمَی اَقلَبُهٗ
یُحِلُّ المُتعَةَ وَهِیَ الزِّنَاءُ المَحضُ یعنی آیا اندھا خدائے تعالیٰ اندھا
کرے اس کے دل کو کہ متعہ کو حلال جانتا ہے اور وہ محض زنا ہے عبد اللہ بن عباس
یہ بات سنکر بیٹھ گئے اور سب اہل جلسہ نے انکی تعظیم کی اسوقت عبد اللہ بن عباس
نے کہا کہ اِنَّ اللهَ سَلَبَ اَبصَارَنَا وَسَلَبَ عُقُولَکُم یعنی خدا تعالیٰ
نے دور کیا میری آنکھوں سے بینائی کو اور دور کیا عقلوں تمہاری کو وَاللهِ لَقَد
اُنزِلَتِ المُتعَةُ فِی کِتَابِ اللهِ وَعُمِلَ بِهَا عَلیٰ عَهدِ رَسُولِ اللهِ
وَلَم یَنهَ عَنهَا وَلَم یَاتِ بَعدَهٗ رَسُولٌ یُحَرِّمُهَا وَالدَّلِیلُ عَلیٰ
ذٰلِكَ قَولُ عُمَرَ مُتعَتَانِ کَانَتَا فِی عَهدِ رَسُولِ اللهِ مُحَلَّلَتَینِ وَاَنَا
اُحَرِّمُهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَیهِمَا فَقَبِلنَا شَهَادَتَهٗ وَلَم تَقبَلِ
تَحرِیمَهٗ یَا عَبدَ اللهِ وَاِنَّكَ وَاِنَّكَ مِن مُتعَةٍ فَاسئَل اُمَّكَ
عَن بُردَی عَوسَجَةٍ مضمون کلام عبد اللہ بن عباس کا یہ ہے قسم خدا کی متعہ نازل ہوا ہے

کتاب خدا میں اور عمل کیا گیا متعہ زمانہ رسولخدا میں اور خدا نے منع نہیں کیا اس سے اور بعد
صلعم سے دوسرا رسول کوئی نہیں ہوا کہ حرام کرے متعہ کو اور دلیل اس پہ قول عمر صاحب ہے کہ
کہا اس نے دو متعہ تھے زمانہ رسولخدا صلعم میں مینے حرام کیا تم پر اور عذاب کرونگا اسپر جو کریگا
اسکو پس ہمنے گواہی عمر صاحب کے قبول کی جواز پر متعہ کے ولیکن حرام کرنیکو اسکے ہم قبول نہیں
کرتے ہیں اے عبداللہ بن زبیر بتحقیق تو متعہ سے پیدا ہوا ہے جا اپنی ماں سے پوچھلے
کیفیت دو برد عوسجہ کی جسوقت عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے یہ بات سنی تو
نہایت نادم اور شرمندہ ہوا کیونکہ وہ زمانہ ایام حکومت اس بیحیا نا اہل کا تھا پشیمان
ور شرمندہ ہو کر مجلس سے اٹھا اور اپنے گھر کو گیا اور تلوار برہنہ ہاتھ میں لیئے ہوئے
غضبناک اپنی ماں کے سر پہ آیا اور ماں سے پوچھا کہ اِخْبِرِنِی عَنْ بُرْدَی
عَوْسَجَۃ یعنی تو مجھ سے بیان کر حال دو چادر عوسجہ کا کہ یہ کیا بات ہے اسکی ماں
نے فوراً اسیوقت کہا کہ اِنَّ اَبَاكَ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اَهْدٰے
لَہٗ عَوْسَجَہ بُرْدَیْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِلَّا اَبِیْكَ فَمَتَّعَ بِهِمَا
فَعَلِقْتُ بِكَ وَاِنَّكَ مِنْ مُتْعَةٍ یعنی باپ تیرا زبیر رسول خدا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تھا اسوقت ایکمرد عوسجہ نامی دو برد یمانی واسطے
رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہدیہ لایا ان حضرت نے وہ دونوں چادریں
تیرے باپ کو عنایت فرمائیں اور تیرے باپ نے عوض میں ان دونوں چادروں کے
مجھسے متعہ کیا اور تیرا حمل مجھے رہا تیری پیدائش متعہ سے ہے جسوقت حنفیہ نے یہ
خبر دلپذیر سنائی تو ہارون کو بہت اچھی معلوم ہوئی اور نہایت خوش ہوا کس
واسطے کہ عبداللہ بن عباس دادا اس کے تھے ہارون نے یحییٰ برمکی سے بآواز
بلند کہا کہ اب تک ہم مانع تھے متعہ زنان سے ولیکن اب تو حکم جاری کر نسبت نکاح
متعہ کے واسطے سب آدمیوں کے کہ بلا دغدغہ نکاح متعہ کریں لیکن ہارون قائل ہے کہ بعد اسکے اخیر

زمانہ ہارون میں متعہ جاری ہوا اور ایک مدت تک کوئی مانع اسکا نہوا زمانہ مامون
رشید میں بھی معمول تھا متعہ کا اور پھر معتصم ملعون نے اسکو منع کیا پس حسنیہ نے کہا کہ اے
ابراہیم تقریر کو بہت طول ہوا اور خلیفہ زمان اور سلاطین اور ارکان دولت کو اس
مباحثہ اور مجادلہ سے ملال پہنچا اب ایک سوال تجھسے اور کرتی ہوں اور خاتمہ بحث
کا اس سوال پر ہے تو سچ بیانکر کسواسطے کہ یہ حدیث تمہارے نزدیک ثابت ہے کہ
پیغمبر خدا نے حق میں جناب سیدۃ النساء کے فرمایا ہے کہ اَلْفَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ
مِنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہُ
یعنی فاطمہ پارہ جگر میری ہے جس کسی نے کہ اسکو رنج دیا مجھکو رنج دیا اور جس نے
کہ رنج دیا مجھکو اور ایذا دی پس اس نے خدائے تعالےٰ کو رنجیدہ کیا ابراہیم نے
کہا یہ صحیح ہے اور سب امت کا اتفاق ہے صحت پر اس حدیث کے اور کوئی
شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا حسنیہ نے کہا کہ قسم ہے تجھکو خالق زمین و آسمانکی
سچ کہنا ابی بکر صاحب اور عمر صاحب نے فدک کو حضرت سیدۃ النساء علیہا السلام سے
بظلم و ستم لیا ہے یا نہیں ابراہیم نے کہا کہ ہاں ان سے لیا ہے موافق حکم حدیث
رسول کے کہ ابی بکر صاحب ناقل اس کا ہے یَا مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ
وَمَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ یعنی ہم گروہ انبیاء ہیں ہماری میراث نہیں ہے
اور جو کچھ ہم سے رہے وہ صدقہ ہے حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم جان تو کہ ابو
سعید خدری کہ تمہارے یہاں کے محدثین سے ہے روایت کرتا ہے کہ جب
آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّہٗ نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ اے فاطمہ خدا جانتا ہے کہ
باپ تیرا زیر آسمان اس دنیا میں سوائے فدک کے ملک نہیں رکھتا اور اسروز
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک جناب سیدۃ النساء کو بخشکر ان کے سپرد فرمایا اور

ذکر فدک

مدت تین سال سے حیات رسولخدا صلعم میں عامل حضرت فاطمہ کا اسجگہ رہتا تھا اور
زر حاصل فدک کا ان معصومہ کو آتا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ کچھ دنوں بعد رسولخدا کے
ابی بکر صاحب نے فدک ان حضرت سے لے لیا اور جب اس معصومہ نے دعویٰ کیا کہ فدک
حق میرا ہے تو ابی بکر نے ان سے گواہ طلب کیئے حضرت امیرالمومنین اور امام حسنؑ اور امام حسین
علیہم السلام اور اُمّ ایمن اور قنبر نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فدک حضرت سیدہ کو بخشا ہے
اور جب حضرت امیرالمومنینؑ حسب التماس جناب سیدہ کے تشریف لیگئے اور گواہی
دی تو کہا انہوں نے کہ هٰذَا بَعْلُكِ يُجَرُّهٗ اِلٰى نَفْسِهٖ فَلَا نَحْكُمُ بِشَهَادَتِهٖ
یعنی یہ شوہر ہے تیرا واسطے جر منافع اپنی کے گواہی دیتا ہے حالانکہ یہ حدیث نزدیک
تمہارے اور اہل حق کے ثابت ہے کہ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ باوجود اسکے
گواہی حضرت امیر علیہ السلام کی نہ مانی اور کہا کہ جرِّ نفع واسطے اپنے کرتا ہے حالانکہ جرِّ نفع
اس کافر زندیق نے اپنے واسطے کیا تھا کہ حدیث نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ کو وضع
کیا اور یہ ظلم صریح اپنے رسولؐ کے اہلبیت پر کیا اور اُمّ ایمن کی نہ مانی اور کہا کہ ایک
عورت کی گواہی کو ہم نہیں مانتے اور جو کچھ کہ حضرت رسولخدا صلعم کا ملک و مال
از قسم باغات اور مکانات کے رہا تھا اس پر متصرف ہوئے اور فدک کو چھین لیا
ورنہ کہا کہ فدک ملکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھا اور تصرفِ
فاطمہ زہرا علیہ السلام میں بطور خورش کے تھا اے ابراہیم جس حالت میں کہ بطور
خورش کے ہوا ہو وسے جیسا کہ انہوں نے کہا پس جو شخص کہ دعوے اسلام
کا کرے اس کو کیونکر جائز ہے بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کے چھین لینا اس چیز کا کہ جس کو خود رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
حالتِ حیات میں بطور خورش کے اپنے جگر گوشہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دیا ہووے
اور یہ جو ابی بکر صاحب نے نقل کیا ہے کہ ہم پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ

حدیث کسی نے بھی اصحاب رسول خدا میں سے نہیں سُنی اور نہ کسی نے روایت کی سوائے ابی بکر صاحب کے اور اسکی دختر عائشہ صاحبہ کے اور رسول خدا صلعم نے کسی عرب اور کسی اصحاب اور اہلبیت صحابہ سے نہیں فرمایا تھا کہ وارث اہلبیت میرے بعد مجھسے میراث نپاوینگے اے ابراہیم اگر وہ شخص کاذب اور غادر اور ظالم نہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اہلبیت اور سب اصحاب اسکو جانتے ہوتے اور پیغمبر خدا صلعم انہوں سے ظاہر کردیتے کہ جو کچھ مجھ سے پیچھے رہے وہ صدقہ ہے تو اہلبیت ان کے بعد اُنسے ایسی چیز کو طلب نہ کرتے جو اُنپر حرام تھی اور تمیز کرتے درمیان حلال اور حرام کے اسواسطے کہ اتفاق اُمت کا ہے کہ صدقہ بنی ہاشم پر حرام ہے پس ابی بکر کے اس کلام سے لازم آتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے گویا تبلیغ رسالت کو ادا نہ کیا ہو اور آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ غیر موقع واقع ہوئی ہو کسواسطے کہ رسول خدا صلعم مبعوث تھے سب مخلوق پر اور عموماً اپنی اہلبیت اور اقارب اور رشتہ داروں پر خصوصاً اور بمقتضائے آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے مامور تھے کہ انذار کریں اپنے اہل قرابت اور رشتہ داروں کا پس اگر کلام ابی بکر صاحب کا سچا ہو تو بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تقصیر کیا ہو ادائے رسالت میں اور ظلم کیا ہو اپنی اہلبیت پر کہ ان کو آگاہ نہ کیا کہ شرعاً جائز نہیں ہے تمکو میراث کا لینا اور جو کچھ میں چھوڑ جاؤں وہ صدقہ ہے اور تم پر حرام ہے اے ابراہیم جواب نہیں دیتا ہے تو اور خدا روا رکھتا ہے اس کفر اور زندقہ کو کہ جو تم نے اپنے اوپر روا رکھا ہے کہ واسطے تصدیق اور صحت کلام ابی بکر صاحب کے ظلم اور تقصیر کرنا اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم رکھتے ہو باوجودیکہ وہ جناب اشرف مخلوقات ہیں اے ابراہیم اگر تو کہے کہ عشیرت اور اہل بیت اپنے سے کہا تھا کہ مجھے میراث نہیں ہے اور جو کچھ مجھ سے رہجائے صدقہ ہے اُنھ سے اور حرام ہے اور انہوں نے کلام پیغمبر

کا نہ سنا اور قبول نہ کیا تو یہ دلیل گناہ کی ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انکی عصمت پر
گواہی دی ہے کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ
تَطْھِیْرًا اور اتفاق ہے علماء مخالف اور موافق کا کہ یہ اہل بہشت سے ہیں موافق نص خدا
اور رسولؐ کے بلکہ قسمت کرنیوالے بہشت اور دوزخ کے ہیں اور ساقی ہیں حوض کوثر کے موافق
قول اور زعم تمہارے کے اور جن احادیث سے کہ تم روایت کرتے ہو پس معلوم ہوا کہ تمہارے
پاس جواب شافی نہیں ہے اور بخوبی ثابت ہوا کہ ابی بکر صاحب نے حدیث دروغ
وضع کی اور جھوٹ باندھا اللہ اور رسولؐ پر بموجب اعتقاد ہمارے اور سب مسلمانوں کے کہ کفر ہے
اور اسی طرح ظلم اس کا نسبت سیدۃ النساء صلواۃ اللہ علیہا کے اور تکذیب شہادت حضرت
امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے کفر ہے اور سب اہل عقل و انصاف پر
پوشیدہ نہیں ہے کہ مثل ان کے افعال اور اعمال کا منسوب کرنا پیغمبرؐ اپنے اور اہلبیتؑ انکی پر
کفر صریح اور ظلم قبیح ہے ابراہیم اور ابو یوسف اور شافعی اور سب علما کہ حاضر تھے
کسی ایک کو بھی طاقت جواب کی نہ رہی اور کسی کو بھی مجال گفتگو کی نہ تھی اور ہارون
رشید بھی افعال قبیحہ اپنے سے شرمندہ تھا پھر حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم جب کہ
جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے دعویٰ فدک کا کرکے کہا کہ پیغمبرؐ خدا نے
حالتِ حیات میں فدک مجھکو عنایت فرمایا اور میرے سپرد کیا ابو بکر صاحب نے ان سے
گواہ طلب کئے آیا شرع پیغمبرؐ پر عمل کیا یا خلافِ شرع۔ ابراہیم بخوف اس کے
کہ مبادا کوئی ایسی بات کہے کہ موجب الزام اور فضیحت میرے کا ہو بدستور مثل
بندر سم خوردہ کے چپ بیٹھا تھا۔ اور کچھ نہ کہتا تھا حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم
حضرت سیدۃ النساء علیہا السلام صاحب اختیار اور قبضہ تھیں اور ابی بکر
صاحب مدعی تھا نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ کا بموجب حکم صاحب شریعت
کے کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ بس چنکہ حضرت

فاطمہ صلوات اللہ علیہا کہ صاحب ید تحقیق گواہ طلب کیا از روئے جہل کے
تھا یا ظلم کے اے ابراہیم قسم ہے حق تعالے کی جواب دے یا کرسی زرین
سے اتر بیٹھ اور مانند اس کے امامت کر یعنی مثل ابی بکر کے ابراہیم اور شافعی
اور ابو یوسف کو اسوقت وہ خجالت تھی کہ اپنے مرنے پر راضی تھے اور سب
خلائق ان پر ہنستی تھی اور ہارون کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے روایت کرتے ہیں
کہ ہارون کا ایک چچازاد بھائی تھا نہایت حسین اور وجیہ سیرت اور صورت میں
آراستہ و پیراستہ اور بدرجہ غایت صاحب کمال تھا اور نام اس کا خالد بن
عیسٰے تھا اور محبت اہلبیت میں مشہور تھا اور بلا تقیہ تھا اور ہارون کو بھی معلوم
تھا کہ یہ طریقۂ اہلبیت پر ہے اور چونکہ ہارون اس کو بہت چاہتا تھا اسوجہ سے
جو چاہتا تھا وہ کرتا تھا اور کہتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس سے معترض
اور مزاحم ہو کہتے ہیں کہ وہ نزدیک حسنیہ کے بیٹھا تھا اور جس مسئلہ میں کہ حسنیہ
ابراہیم کو الزام دیتی تھی وہ ایک مشت درہم اور دینار حسنیہ پر نثار کرتا تھا اور
آفرین کہتا تھا اور دیگر حاضرین مجلس ابراہیم پر ہنستے تھے اور اس سے تمسخر
کرتے تھے اور کسی کو لحاظ ہارون اور ممانعت اس کے کا نہ تھا اور ہاتھ عیسیٰ
بن خالد کا قبضۂ تلوار پر تھا اور حفاظت حسنیہ میں بدل وجان مصروف تھا۔ کہ
مبادا کوئی درپے آزار اور ایذا اس کے کے نہ ہووے۔ اور ہر لحظہ حسنیہ کی
دلداری کرکے تحریص اور ترغیب بحث کرنے کی دلاتا تھا اسوقت پھر حسنیہ مخاطب
طرف ہارون اور سب عالموں کے ہوئی اور کہا کہ جب حضرت امیر المومنین
علیہ السلام نے فدک کے باب میں گواہی دی تو ابی بکر صاحب نے منع کیا اس
وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابی بکر اگر دو شخص تیرے
پاس آویں اور ایک ان میں سے دعوے کرے دوسرے پر کہ فلاں ملک

محدود اور معین اس کے تصرف میں ہے وہ ملک میری ہے اور وہ شخص بغیر حق کے متصرف اور غاصب ہے اس سے بجرد دعویٰ کرنے کے قبل اس سے کہ ظلم مدعا علیہ کا تیرے نزدیک ثابت ہو اور تو جانے کہ وہ غاصب ہے اس سے لیکر مدعی کے سپرد تو کر سکتا ہے ابو بکر صاحب نے کہا نہیں کر سکتا ہوں امیر المومنینؑ نے پوچھا کہ تو گواہ مدعی سے طلب کرتا ہے یا مدعا علیہ سے ابو بکر صاحب نے کہا میں مدعی سے گواہ طلب کرتا ہوں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ پس کس واسطے تو نے فرزند اور نور دیدہ اور بضعۃ رسول اللہ سے بخلاف قول خدا اور رسول کے عمل کیا ابو بکر صاحب نے کہا کیونکر اے ابو الحسنؑ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ صورت یہ ہے کہ فاطمہ زہرا مدعا علیہا اور صاحب ید ہے اور متصرف فدک ہے اور وہ شخص کہ دعوے نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ کا کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ بیّنہ قائم کرے بطور خود اور جس حالت میں کہ پیغمبرؐ نے اپنی حیات میں فدک سیدۃ النساءؑ کو دیا ہووے تو موافق حکم اسلام کے چاہیئے کہ قبضہ وارثان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ میں رہے اسوقت تک کہ مدعی حدیث بیّنہ عادلہ قائم کرے موافق مدعا اپنے کے اور گواہ اس شخص کا ہونا چاہیئے کہ جس پر صدقہ حرام ہے اور شرعاً صدقہ سے حصہ نہ پاوے اور یہ گروہ بنی ہاشم ہیں کہ صدقہ اُن پر حرام ہے اور سوائے بنی ہاشم کے سب مسلمان صدقہ میں شامل ہیں اور اس میں سے حصہ پاتے ہیں پس جو لوگ کہ صدقہ میں شریک ہوں گے گواہی انکی فدک کے باب میں نہ سُنی جائے گی اِلّا بنی ہاشم کی پس وہ شخص کہ مدعی فدک کا ہو اگر گواہ لانے سے عاجز ہو تو غایت ما فی الباب سوگند کہ متوجہ فاطمہؑ ہو موافق اس کے عقائد کے کہ جو شخص اعتقاد عصمت اہلبیتؑ پر نہ رکھتا ہو اے ابو بکر فاطمہؑ سلام اللہ علیہا معصوم

ہے بموجب حکم خدا کے کیونکر ممکن ہے کہ معصومہ مرتکب کبیرہ کی ہو اور اپنے دعوی کو
باطل کرے اسوقت ابی بکر صاحب خجل ہوا اور سر نیچا کر لیا جیسا کہ تو نے اے ابراہیم اس
وقت سر نیچا کر رکھا ہے نہ جواب دیسکتا ہے اور نہ اپنی گمراہی اور ضلالت کا اقرار
کرسکتا ہے اور دوسرے اور سُن اے ابراہیم کہ کلام ابی بکر صاحب کا باطل ہے
اور حدیث نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ کی موضوع ہے اس سبب سے کہ مخالف
نصّ کلام اللہ کے ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ
اول یہ خطاب رسول اللہ کی طرف سے ہے اور یہ حکم عام ہے اور سوائے اس کے
قرآن میں بہت چیزیں ہیں کہ واسطے انبیاء کے میراث ہے جیسا کہ فرمایا وَوَرِثَ
سُلَیْمَانُ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ حضرت زکریا
نے دعا کی خدا تعالے سے فرزند طلب کیا کہ اس سے اور فرزند یعقوب سے
میراث ہووے۔ اور یہ ظاہر ہے فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَرِثُنِیْ وَ
یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا پس بموجب نص قرآنی
کے معلوم ہوا کہ واسطے انبیاء کے میراث ہوئی ہے اور حدیث نحن معاشر الانبیاء
تکذیب کرتی ہے قرآن کی اور معلوم ہوتا ہے کہ بنانے والا اس حدیث کا قرآن
کو نہ سمجھتا تھا اور اگر سمجھتا تو کچھ بیان نہ کرتا۔ کسواسطے کہ قرآن اسکی تکذیب کرتا ہے
اور مخالف اس حدیث کا ہے اے ابراہیم اگر ابی بکر صاحب اس طرح سے حدیث
بناتا اَنَا مِنْ بَیْنِ الْاَنْبِیَاءِ لَا اُوْرَثُ وَمَا اَتْرُكُ یَکُوْنُ صَدَقَةً
عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ البتہ بہر طور کذب اور بطلان اس مفتری کا شہادت قرآن
معلوم نہ ہوتا لیکن اللہ تعالے نے واسطے ہدایت قاری قرآن کے دیدۂ دل
اُس کافر مفتری کو کہ واضع اس حدیث کا ہے اندھا کر دیا۔ تا اہل معرفت کو کذب
اور بطلان اس کا بگواہی حق تعالے کے ظاہر ہو جاوے اسوقت ایک شخص نے

کہ علمائے بغداد میں شاگردان ابوحنیفہ میں سے یکتا دیکھا کہ ابراہیم کچھ نہیں
کہتا ہے اور چپ ہے بولا کہ اے حسنیہ سن کہ سلیمان کو داؤد سے میراث میں نبوت
اور علم ملا ہے نہ کہ مال اور عقار اور ضیاع حسنیہ نے جوابدیا کہ یہ وہی بات ہے کہ
تجھ سے پہلے اور بھی گمراہوں نے اسی طرح سے کہا ہے اور یہ تقریر تیری بسبب
قلت عقل اور کثرت جہل اور تعصب اور عناد کے ہے کسواسطے کہ سلیمان علیہ السّلام
حالت حیات داؤد میں اعلم اور پیغمبر ہوگئے تھے اور اس پر نص قرآن ہے کہ دَاوٗدَ
وَسُلَیْمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا
لِحُکْمِہِمْ شَاہِدِیْنَ فَفَہَّمْنَا سُلَیْمَانَ وَکُلًّا اٰتَیْنَاہُ حُکْمًا وَّ
عِلْمًا جان تو کہ میراث کا اطلاق اس چیز پر کرتے ہیں کہ بعد موت میت کے
درمیان ورثہ اس کے تقسیم کیجاوے اور نبوت قابل تقسیم کے نہیں ہے اور
اگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ اولاد آدمؑ میں سب انبیا ہوتے اور سب نبوت
میں شریک ہوتے۔ اور جو کہ آدمؑ نبی تھے اور اولاد انکی بشراکت ابنیاء تھی
اخیر دنیا تک نبی ہونا چاہئے اور حال یہ ہے۔ کہ درمیان اولاد آدمؑ کے صرف
حضرت شیثؑ ہی پیغمبر ہوئے ہیں پس نبوت میراث میں نہیں ہے بلکہ نبوت وحی
الٰہی ہے اور عصمت اور وجہ استحقاق کہ اس کے ہیں اور اسی طرح اگر تو کہے کہ زکریّا
نے وارث نبوت خدائے تعالے سے طلب کیا نہ وارث مال و اسباب دنیوی
اس واسطے تیرے کلام سے قدح نبوت زکریّا پر لازم آتا ہے نعوذ باللہ بلکہ معصیت
اور کفر انکا حاشا من ذالک ابراہیم نے کہا کسوجہ سے حسنیہ نے کہا کہ اس جہت
سے کہ زکریا نے دعا میں کہا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ وَکَانَتِ
امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ
مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا جان تو کہ اجماع

ہے اہل تفسیر کا کہ مراد موالی سے اسجگہ پر پسران عم ہیں کسواسطے کہ اگر مطلوب وارث نبوت ہوا ہو دے اللہ تعالےٰ سے استدعا کی کہ وارث نبوت مجھ کو دے تاکہ بیٹے عم میرے کے نبی ہوں اور خوف کرتا ہوں میں کہ بیٹے عم میرے کے نبی ہوں اور مرتبۂ نبوت کو پہنچیں پس مجھکو بیٹا عنایت کرتا کہ تا بیٹے چچا میرے کے نبی ہوں اور مرتبۂ نبوت کو نہ پاویں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکریاؑ قضائے الٰہی پر راضی نہ ہوتے تھے۔ اور اپنے چچا کے بیٹوں سے حسد رکھتے تھے اور یہ معنی دلالت کرتی ہے خطا اور عصیان زکریاؑ پر بلکہ ان کے کفر پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْاِعْتِقَاد یعنی پناہ مانگتی ہوں میں خدا سے اس اعتقاد پر۔ اور باوجود اس کے کہ آخر دعا میں کہا کہ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا پس اگر مراد زکریاؑ کی آیت مذکورہ میں نبوت ہوتی تو وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا نہ کہتے اور کہنا اس کا بیفائدہ ہوتا پس ثابت ہوا دلائل عقلی اور نقلی سے کہ واسطے انبیاء کے میراث ہے اور حدیث نحن معاشر الانبیاء موضوع ہے اور ابی بکر صاحب واضع حدیث مذکورہ کاذب اور غادر اور ظالم ہوا کسواسطے کہ حدیث مخالف قرآن کے ہے اور جبوقت کہ آیہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نازل ہوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ایہا الناس سنو کہ بعد میرے اصحاب واسطے غرض نفس اپنی کے بجا از میرے جھوٹ اور دروغ بہت بیان کریں گے۔ اور ہر شخص اپنے مطلب کیواسطے احادیث بناویگا اور مجھ سے منسوب کرے گا۔ جانو تم کہ جو حدیث کہ مجھ سے روایت کریں اور وہ مطابق قرآن مجید کے نہ ہو اس پر اعتبار نہ کرنا اور جو مطابق قرآن کے ہو تو اس پر عمل کرنا اور وہ حدیث یہ ہے کہ فَاِذَا جَآءَكُمُ الْحَدِيْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا

وَافِقُ کِتَابَ اللّٰہِ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ فَاَدْفَعُوْہُ اور دوسرے اور سُن اے ابراہیم جب کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا تو اشتر یعنی خچر اور تلوار اور ناقہ اور عمامہ وغیرہ جو حضرت کا تھا وہ سب حضرت امیر علیہ السلام کو ملا اور اس پر قابض اور متصرف ہوئے اور زرہ حضرت کی رہن تھی بعد انتقال حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسکو رہن سے خلاص کرایا اور اپنے تصرف میں لائے اور یہ سب چیزیں مواریث حضرت میں سے تھیں ان چیزوں پر کسی نے حضرت امیر سے جھگڑا اور دعویٰ نہ کیا اور یہ سب حال تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور کسی نے نہ کہا کہ رسول خدا کے میراث نہیں ہے اور کیوں تم متروکات رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قبضہ کرتے ہو پس مناسب تو یہ تھا کہ ان چیزوں کو بھی امیر المومنین علیہ السلام سے لے لیتے اور اگر یہ کہو کہ انہوں نے مانگا تھا ان چیزوں کو مگر علیؑ نے ظلم کیا اور نہ دیا اور یہ مانگ مانگ کر عاجز ہو گئے قسم خدا کی کہ اگر امیر المومنین علیہ السلام نے ظلم کیا ہو اور وہ چیز کہ شرعاً اس میں تصرف کرنا نہ چاہیے اسکو تصرف میں لائے ہوں نعوذ باللہ حضرت کے نزدیک قریب کفر کے تھا غیر جائز چیز کا صرف میں لانا اور اگر یہ کہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حین حیات اپنی میں اشیاء پسماندہ کو سپرد علی بن ابیطالب علیہ السلام کے کر دیا تھا یہ بالکل باطل اور دروغ ہے کسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو حدیث اس باب میں وارد ہوتی کہ رسول اللہ نے اپنی حین حیات میں پسماندہ اشیا اپنی کو حوالہ امیر المومنین علیہ السلام کے کر دیا ہے پس معلوم ہوا کہ از روئے ارث کے یہ چیزیں ان حضرت کو ملی ہیں اور ابی بکر کاذب ہے جب کلام حسنیہ کا اس مقام تک پہنچا ہارون نے کہا کہ اے ابراہیم اور اے علماء

حاضرین مجلس معلوم ہوا کہ تم لاجواب ہو گئے ہو اور حسنیہ نے تمہارے مذہب کو ضائع
اور باطل کیا اور تم خاموش اور چپ ہو گئے اور خاموشی علامت رضامندی کی
ہے پس کسواسطے مذہب حسنیہ کا اختیار نہیں کرتے ہو اور سر نیچا کیئے بیٹھے ہو۔ پس
دوسری بار حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اور اے علمار حضار سنو کہ تمہاری سب کتب
تواریخ میں مذکور ہے اور اتفاق ہے امت کا کہ جب ابی بکر صاحب نے رد کی گواہی اور
گواہی گواہان حضرت فاطمہؑ کو نہ مانا تو حضرت فاطمہؑ نے ابو بکر صاحب سے کہا کہ اے
ابی بکر تو اپنے باپ کی میراث لے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ لوں اور بہت
حجت تمام کی اس پر اور الزام دیا اور لعنت کی اس پر اور خشمناک اور رنجیدہ پھریں وہاں
سے اور آپ روئیں اور قسم کھائی کہ قیامت میں حضرت رسول خدا سے ان لوگوں
کی میں شکایت کرونگی اور جبکہ آپ نے دار فنا سے طرف دار بقا کے رحلت کی تو
وصیت فرمائی حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ مجھ کو رات میں دفن
کرنا کہ ابی بکر صاحب اور عمر صاحب اور ہواخواہ ان کے میرے جنازہ پر نماز
نہ پڑھیں پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام وصیت ان حضرت کی بجا لائے
اور انکو شب میں دفن کیا درمیان قبر اور منبر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
کے بموجب حدیث کے کہ مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ
الْجَنَّۃِ اور جگہ قبر اس معصومہ کی بنائی اور برابر کر دیا۔ دوسرے روز ابو بکر
صاحب اور عمر صاحب مع جماعت اعوان اور انصار اپنے کے دولتسرائے
جناب امیر علیہ السلام پر آئے اور رسم تعزیت حضرت سیدۃ النساء کی بجا لائے
اور حال کفن اور دفن ان حضرت کا جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا حضرت امیر
علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے انکو رات میں دفن کیا ابی بکر اور عمر نے کہا کہ
اصحابوں میں سے کسی کو بھی آپ نے خبر نہ کی امیر المومنین نے کہا کہ ہم نے انکی وصیت پر

عمل کیا اور نہ چاہیئے کہ خلاف وصیت کرنا میت کو موجب ایک نوع کی ایذا کا ہے اور
تم نے بارہا رسول خدا صلعم سے سنا ہوگا کہ اَلْفَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا
فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ
پس روا ہے مجھکو کہ ایذا دوں انکو اور ایذا دوں خدا اور رسول خدا کو اسوقت عمر
صاحب بہت گھبرایا اور کہا کہ جائیں ہم اور انکو قبر سے باہر نکالیں اور ہم ان پر نماز
پڑھیں پس گئے اور ہر چند قبر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو تلاش کیا اور نہ پایا
اے ابراہیم اس حکایت کو جس طرح سے کہ میں نے بیان کیا ہے اجماع امت کا ہے
اور اسمیں کسی نے کبھی اختلاف نہیں کیا پس رنجیدہ کرنا حضرت فاطمہ سلام اللہ
علیہا کا اور غصہ اور غضب ان کا اور محروم ہونا نماز سے انکی مہاجر اور انصار
کا دال ہے کمال قہر اور غضب سیدۃ النساء پر بسبب اس ظلم کے کہ جو ان پر کیا ہے
اور ان کے شوہر بزرگوار پر غصب امامت سے اور ان کے فرزندان نامدار پر
بسبب نہ قبول کرنے گواہی کے نہ سننے گواہی سے اور سب مہاجر اور انصار سے
کہ کسی نے اسوقت میں انکی رعایت نہ کی اور روایت میں اس حدیث کے سب متفق
ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیَغْضِبُ لِغَضَبِكَ وَ
یَرْضیٰ لِرِضَاكَ یعنی اے فاطمہ خدائے تعالے غضب فرماتا ہے واسطے غضب
تیرے کے اور خوشنود ہوتا ہے واسطے خوشی اور رضامندی تیری کے پس موافق اس
حدیث کے اول یہ ہے کہ اَلْفَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا جس کسی نے کہ فاطمہ
صلوٰۃ اللہ علیہا کو رنجیدہ کیا ہو خدائے تعالے کو آزردہ کیا اور خدائے تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ
یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا
مُّھِیْنًا پس بلاشبہ دشمنان اہلبیت اور اتباع انکے سب کافر اور غادر اور ظالم ہیں اور لعنت خدا
اور رسول اور ملائکہ کی اور غضب الہی انپر ہے جو حنیفہ نے یہ بیان کیا ابراہیم اور ابو یوسف اور

شافعی اور سب علماء یکبارگی کھڑے ہوگئے اور ارادہ قتل حسنیہ کا کیا اور درپے ظلم
اور آزار اس کے ہوئے اور اس نے بھی بقدر مقدور اپنے سعی اور کوشش کی اور
ریش ابراہیم کی اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور نہیں چھوڑتی تھی اور ہارون دیکھ رہا تھا
جو یحیی برمکی نے ہجوم ان لوگوں کا دیکھا تو ہارون کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے
خلیفہ آج کے روز تو مسندِ رسول پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور ایسی کنیز کہ جسنے ایک جماعت
کثیر علمائے زمانہ تیرے کو مباحثہ میں الزام دیکر سب کو عاجز کر دیا ہے اور یہ لوگ
از روئے ظلم اور زیادتی کے تیرے روبرو ارادہ قتل اور ایذا کا کرتے ہیں اور اسوقت
ہر ایک امیر اور ارکان دولت نے بطور سعی کے حسنیہ کے بارہ میں خلیفہ سے عرض
کیا تو ہارون نے غضبناک ہو کر علماء کو جھڑکا اور منع کیا اور چچازاد بھائی ہارون
کا کہ محبان خاص اہلبیت سے تھا تلوار کھینچکر متوجہ طرف ابراہیم اور علماء کے ہوا
اور انکو دھمکایا اسوقت سبھوں نے یکبارگی ہاتھ حسنیہ سے کھینچا اور اپنی اپنی جگہ
پر بیٹھ گئے۔ ہارون ابراہیم پر غصہ ہوا اور کہا کہ خدا سے تم کو مطلق شرم نہیں
آتی کہ تم سب یہاں حاضر ہو اور تم اپنے کو اعلم اور افضل اہل زمانہ کا جانتے ہو
اور جو ایک کنیز کے جواب سے عاجز ہوگئے اور سب آدمی تم پر ہنستے ہیں اور باوجود
اس کے شرمندہ نہیں ہوتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ اس کنیز عاجزہ کو قتل
کرو اور اس کو ایذا پہنچاؤ جو خلائق نے ہارون سے یہ گفتگو سنی سب امرا
اور سلاطین نے ایکبارگی لعنت اور ملامت کی اور ابراہیم اور باقی سب
علماء کو نادم اور پریشان کر دیا اور حسنیہ کو باوجود اس کثرت اور ہجوم کے
انہوں سے مطلق خوف اور ہراس نہ تھا اور چپ نہ ہوئی اور پھر
گفتگو شروع کی اور کہا کہ اے دشمنان گمراہ اور اے دشمنوں خاندان
رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم خدا سے ڈرو اور قیامت کو یاد کرو اور واسطے

جاہ و مرتبہ دنیا اور حیات پنجروزہ دنیا کے کمر عداوت کی رسول خدا اور علی مرتضےٰ
اور اہلبیت علیہم السلام پر نہ باندھو اور مزخرفات اور مہملات سے کہ یہ از قبیل افسانہ اور
افسون کے ہیں اور آنکھ کوتاہ نظروں کی تم بند کرتے ہو کہ فلاں باتفاق فلان کے خلاف خلیفہ
ہوا اور فلاں فلاں کے واسطے سے امیر ہو پس وہ افضل ہو گیا۔ اور امثال اسکی حکایات
واہیات بہت ہیں اور روایت لغو کہ علم رسالت اور نبوت اور امامت اور عصمت
اور طہارت میں اور اسرار ملائکہ اور تحقیق حقائق میں حجت بیان کرکے زبان خلائق پر
جاری کیا ہے روز قیامت اور حشر اور نشر اور عذاب ابدی سے کیوں نہیں یاد کرتے
ہو اور عذاب خدا سے کیوں نہیں ڈرتے ہو اور لاکھ فتنہ تم نے خلائق میں پیدا کیے ہیں اور
اکثر آدمیوں کو معرفت اور پہچان خدا اور رسول اور امام سے ہزاروں کوس دور پھینکدیا
ہے اور تاریکی بَعضُہَا فَوقَ بَعضٍ میں ڈالدیا ہے۔ اور اکثر حکایت اور روایت اور احادیث
موضوعہ تمہارے ظالموں اور دشمنوں اہلبیت سے اور فاسقوں اور سفلوں اور لڑکوں
اور عورتوں سے منقول ہیں کہ یہ سب از قسم افسانہ اور افسون اور خواب اور خیال کے
اس طرح پر ہے کہ جس طرح کہ ایک شخص کہانی کہتا ہے اور بہت سی عورتیں اور
لڑکے اس کو سنتے ہیں اور بعضے سوتے ہیں اور جب کہانی تمام کو پہنچی تو نام
لڑکوں کے چڑیا اور باز اور عورتوں اور فاسقوں کو سلک روایت اور احادیث
اور اخبار میں لکھتے ہیں کہ قَالَ فُلَانٌ رُوِیَ فُلَانٌ اور اس کو مشہور کرتے ہیں کہ فلاں
حدیث کو فلان شیخ سے پڑھا ہے اور فلان شیخ حجام مُفسّرِ قرآن ہے اور فلاں
جاہل بے بصیرت فلان گوشہ نشین چلہ کش اور بڑا ولی ہے اور پیشوائے زمانہ
ہے۔ اور فلاں شیخ نے خواب میں ایسا دیکھا ہے اور خواب میں پیغمبر سے یہ
سنا ہے اور پیغمبر نے یہ فرمایا ہے اور علےٰ ہذا القیاس بہت سے جاہل
بے بصیرت اور احمقان بے معرفت اور اندھے گوشہ جہالت اور غول

جنگل ضلالت کے اطراف وجوانب بلاد اور امصار اور یمین ویسار سے جمع ہوکر
گروہ گروہ پہنچتے ہیں اور برکت طلب کرتے ہیں اور تم سے نقل کرتے ہیں
اور بنائے معرفت اور شریعت اور طریقت اور حقیقت کے خواب
اور خیال اور وہم اور گمان اوپر نقل اور روایت تمہاری کے رکھتے ہیں
اور ان مہملات کا ذوق اور مزا خیالات عوام اور ابلہانِ خام میں ایسا
مستحکم ہوگیا ہے اور ایسا گڑا ہے کہ معمار قضا و قدر سے بھی زائل ہونا
اس کا اور دفعیہ اس کا بہت مشکل اور دشوار ہے اور اس سبب سے
تم نے جرح اور تعدیل اور طعن اور تکفیر عوام میں پیدا کی ہے اور بہت
زمانہ اس بات کو نہیں گزرا کہ اولاد انہوں کی اسی طریقہ پر پیدا ہوئیں
ہیں اور ہوئیں گی اور بغض اور عداوت اہلبیت علیہم السلام اور سادات
شیعیان اور پیروان اہلبیت علیہم السلام کو تم نے میراث سمجھا ہے اور
دشمنی اور مخالفت ان کی طریقہ کی کرتے ہیں اور کریں گے اور ظالموں اور
فاسقوں اور دشمنانِ خاندانِ رسولؐ کو کہ جن کی عمر بت پرستی اور شرب خمر
اور کھانے گوشتِ خوک میں گزری تھی ان کو معصومانِ خاندانِ رسالت پر
مقدم جانتے ہیں اور جولاہے اور قصاب آپس میں روایت کرتے ہیں اور
اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ نقل اور روایت اور حدیث اور آیت کو
امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور باقی اہلبیت علیہم السلام سے کہ
باتفاق تمام خلائق کے معصوم اور پاک ہیں قبول نہیں کرتے ہیں اور ان کے
قول پر اعتبار نہیں رکھتے ہیں اور روایت اور حدیث عائشہ اور انس بن
مالک اور ابوہریرہ اور عمر عاص اور معاویہ اور یزید کا اعتبار کرتے
ہو کہ ہر ایک شخص انہوں میں سے بدترین اہل کار روزگار اور خسیس

ترین فجّار اور کفار سے ہیں اور سب اہل ایمان کے اعتقاد میں نفرین کرنا اس
گروہ پر واجبات اور عبادات سے ہے اے ابراہیم مقتدا اور پیشوا تیرے اور
وہ لوگ کہ جنہوں نے تابعداری تیرے پیشواؤں کی کی ہے کفر اور ضلالت میں علی الرغم
علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہیں ان لوگوں نے زور دیا ہے اور حکایات بے اصل
بنوائے ہیں اور غزوات اور لڑائیاں رستم اور کیخسرو اور اسفندیار اور کاوس اور زوال
وغیرہ کی ترتیب دی ہیں اور انکو بازاروں اور میلوں میں پڑھواتے تھے اور مشہور
کراتے تھے اور ہر ایک پہلوان کی شجاعت اور دلاوری کی تعریف اور توصیف
کرتے تھے تاکہ رد ہو شجاعت پر امیر المومنین علیہ السلام کے اور وہ لوگ ذکر
شجاعت ان حضرت کا نہ کریں اور بھول جائیں محاربات آنحضرت کو کس واسطے کہ
تم تاب و طاقت سننے معجزات اور محاربات حضرت کی نہیں رکھتے ہو اور کفار کی
دلیریوں کو لکھتے ہو اور پڑھتے ہو اور باوجود اس کے اقرار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ
ہمکو اہلبیت سے عداوت اور دشمنی نہیں ہے بظاہر محبت کو ظاہر کرتے ہو اور اپنے صدیق
اکبر اور فاروق اعظم کی تم کیا فضیلت رکھتے ہو لاؤ ثابت کرو تاکہ سنو ہمیں کہ کیا صدق
اور راستی انکی لوگوں پر ثابت ہے یہ محض مسخرہ ہے اور کیا علم اور فضیلت
ہے اور کیا تقوے اور عبادت ہے اور کیا سخاوت اور مروت اور کیا
دلیری اور شجاعت لائق ان ناموں کے ہوئی ہے اور کہاں پر لڑے ہیں
اور کہاں بہادروں کو شکست دی ہے اور کونسی مشکل کو حل کیا ہے
اور کونسا معجزہ اور کرامات ان سے ظہور میں آیا ہے اے ابراہیم
افضلیت کے معنی تو بیان کر کہ کس چیز سے حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی
کہہ کہ اکثر ثواباً من عند اللہ کے کیا معنی ہیں اور وہ ثواب کس سبب
سے ملا اور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے اور کسی شخص کو افضلیت اہل عالم

میں سے ثابت نہیں ہے اور نہ سُنّے میں آیا ہے اور نہ قرآن اور حدیث میں واقع ہوا ہے اے ابراہیم اور اے علماء جاہل شرم کرو تم خدا سے اور ان مہملات کو چھوڑ دو اور سمجھو کہ اول زمانہ خلافت سے اب تک بنیاد تمہارے مذہب کی تعصب اور عداوت اور ظلم اور زیادتی پر رہی ہے اور کسی سادات عظام کو کہ اہلبیتؑ رسالت سے ہیں تم نے کبھی کسی وقت میں انکو مجال اور فرصت بحث مذہب کی نہیں دی ہے کہ اظہار مذہب اہلبیتؑ کا کریں اور تم لوگوں نے ان کے قتل کا فتوے دیا ہے اور عوام کالانعام کو انکے قتل پہ آمادہ کیا ہے اور کہتے ہو کہ یہ اشد کفار ہیں اور بہت سے اہل ایمان اور محبان اہلبیتؑ اظہار کو تم نے بصد خواری قتل کرایا بسبب اس کے کہ تم ڈرے اس بات سے کہ یہ لوگ ہمکو فضیحت کریں گے اور کفر اور فسق اور ظلم اماموں اور پیشواؤں ہمارے کا کہ دشمن رسولؐ اور اہلبیت نبوت کے ہیں ظاہر کرینگے جیسا کہ مینے ثابت کیا ہے تم پر بطفیل دولت و اقبال خلیفۂ زمان کے اور اے ابراہیم جملہ اہل عقل پر ثابت ہے کہ تم دشمن اہلبیتؑ رسالت ہو اور امام تمہارے قاتل اہلبیتؑ اور دشمن رسولؐ کے ہیں اور جو عداوت اور نفاق کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے رکھتے تھے اور اس کو ظاہر نہ کر سکتے تھے اور خدا نے اس سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ کو خبر دی تھی کہ یہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پھرے ہوئے ہیں اور باطن میں طریقۂ کفر پر چلتے تھے آخر کو بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ کفر اُنھوں نے ظاہر کیا اور انکی اہلبیتؑ سے اس کا عوض لیا اور اب تم بھی پیروی ان کی کرتے ہو اور کسی کو تم نے اولاد اور اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ اور شیعیان اور پیروان اہلبیتؑ میں سے تم نے دنیا میں زندہ نہ چھوڑا یہانتک کہ نسل اُنھوں کی منقطع ہو گئی۔ اب مقام تعجب ہے

کہ اس ظلم وجفا پر دعویٰ اسلام اور مسلمانی کا کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واللہ ہم دین
محمدؐ پر ہیں قسم بخدا کہ تمسے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بیزار ہیں اور ہرگز تم مسلمان نہیں
ہو اسوقت سب عالموں نے کہا کہ ہم دشمنانِ اہلبیت علیہم السلام سے بیزار ہیں اور جو کہ
دشمنِ اہلبیتؑ ہے اس سے بھی ہم بیزار ہیں حسنیہ نے کہا کہ واللہ تم جھوٹے ہو اور تمہارے
دلوں میں عداوت اہلبیتؑ اور پیروانِ اہلبیتؑ کی بھری ہوئی ہے اور میں اس کو
حضورِ خلیفہ میں تم پر ثابت کرتی ہوں اے ابراہیم اوّل یہ ہے کہ بروزِ عیدِ قربان علما
اور مشائخ اور اہل شہر چہ دانا اور چہ عالم بلکہ سب عوام لوگ تمہارے مذہب کے زیرِ منبر
آکر جمع ہوتے ہیں اور جب خطبہ منافق منبر پر جا کر قصہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور حال
قربانی کرنیکا شروع کرتا ہے اسوقت تم رونا شروع کرتے ہو اور ہائے ہائے کر کے
روتے ہو اور جب سنتے ہو کہ ابراہیمؑ نے چھری ہاتھ میں لی اور قصد ذبح اسمٰعیلؑ کا
کیا فریاد کرتے ہو اور جب یہ ذکر ہوتا ہے کہ چھری قریب حلق کے لے گئے اُسوقت
تو عمامہ اور پگڑیوں کو سر سے پھینکدیتے ہو اور آنسو ٹپکاتے ہو اور آنکھوں کو سُرخ
کرتے ہو حالانکہ کوئی زخم حضرت اسمٰعیلؑ کے نہیں پہنچا اور نہ لگا اور آخر کو ایک گوسفند
مارا گیا کہ ہر روز ہزاروں گوسفند اسی طرح کے بلا پروا دنیا میں ذبح کیے جاتے ہیں
اور جب اخیر کو سب اپنی جگہ سے اٹھے تو یہ رونا اور پیٹنا واسطے ایک گوسفند
کے سمجھنا چاہیئے اور اس بات کو اب تک چار ہزار سال گزرے ہیں اور جس
کسی شہر اور دیار میں کسی شیعہ اور مومن اور دوست دار کو دیکھتے ہو کہ واسطے
نور دیدہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جگر گوشہ امیر المومنینؑ علیہ
السّلام اور فرزند ارجمند سیّدۃ النّساء العالمین سلام اللہ علیہا اور برادر ریحان
برابر حسنؑ مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ سیّد شباب اہل الجنّتہ امام حسینؑ مظلوم کے روز
عاشورہ یا اور کسی وقت میں روتے ہیں نہ ان کے جد کے برابر کسی کا جد ہے اور نہ مثل

پدران کے کسی کا پدر ہے اور نہ مثل ماں انکی کے کسی کی ماں ہے نہ برابر انکے بھائی کے
کسی کا بھائی ہے اور نہ برابر انکے فرزند کے کیسکا فرزند ہے ایک جماعت کافران اور
ظالمانِ امت نے اور منافقان بے حمیت نے ان سے لڑائی اور غدر کیا اور انکو ظلم سے شہید
کیا اور سر مبارک انکا نیزہ پر نصب کیا اور حرم محترم کو غارت کیا اور مفتاد و دو تن یعنی
بہتر آدمی بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور اصحاب اور احباب اُس جناب کو قتل کر ڈالا
اگر کوئی مومن واسطے اُنھوں کے رنج و غم کرے اور ماتم اور گریہ میں مصروف ہووے
تو اس کو کہتے ہو کہ یہ رافضی ہے اور اہل بدعت ہے یہ کیا بات ہے کہ جس واقعہ کو دو سو
یا تین سو سے زیادہ برس گزرے ہوں اسکو یاد کریں اور روئیں اور لئے ابراہیم کیونکر ہو سکتا
ہے کہ جس گوسفند کو جہاں کہ ہزارہا برس گذر گئے ہوں اس کو بعد اس مدتِ دراز کے
رونا اور پگڑی سر سے زمین پر پٹکنا اور فراموش نہ کرنا اور واسطے جگر گوشہ رسول اور
قرۃ العین بتول کے بعد گزرنے دو سو یا تین سو برس کے نہ روئیں اور ماتم نہ کریں
یہ کہہ کر حسینیہ نے ہاتھ سر پر مارا اور مقنعہ سر سے اتار ڈالا اور نوحہ اور زاری
شروع کی اور ہاتھ بر سرِ منبر مارتی تھی اور کہتی تھی کہ وائے حسین کہ جو گردنِ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پاؤں کو ان
حضرت پر مارتے تھے کہ جلد چلیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فخر کرتے تھے اُس پر اور کہتے تھے کہ کیا اچھا سوار ہے اور کیا اچھا مرکب ہے
تمہارا یا حسین اور گلوئے مبارک حسین علیہ السلام کا کہ بوسہ گاہ سید کائنات
تھا تیغ بیدریغ سے کاٹا اور گھوڑے حضرت کے جسم مبارک پر دوڑائے پس
جنہوں نے یہ سلوک کیا ہے اہلبیت رسالت سے یہ سب تمہارے امام اور
پیشوا ہیں اس وقت حسینیہ سر پیٹتی تھی اور فریاد کرتی تھی کہ ہارون اور سب
خلائق رونے لگی اور آواز گریہ و بکا کی بلند ہوئی ہارون کو خوف ہوا کہ مبادا

کوئی فتنہ برپا ہو جاوے اسیوقت حکم دیا کہ خلعت ہائے فاخرہ واسطے حسنیہ کے لاویں
اور بحث حسنیہ کو موقوف کل پر رکھو حسنیہ نے کہا کہ اے خلیفہ زمان مجھ کو تھوڑی
فرصت ملے کہ ایک سوال اور کر لوں اور کلام کو اس پر ختم کروں ہارون نے کہا
کہ سوال کر حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اور اے علماء حضار قسم ہے تمکو خدا وند جبار و
قہار کی سچ کہنا تم نے کسی کتاب میں بھی دیکھا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی حیات میں کسی کو بھی
حضرت علی علیہ السلام پر مقدم رکھا ہے اور امیر کیا ہے سب عالموں نے کہا کہ نہیں
حسنیہ نے کہا جبکہ خدا اور رسول نے کسی کو اُنپر امیر نہیں کیا تو تم کیوں جائز اور روا
رکھتے ہو کہ بعضے جاہلان امت کسی کو ان پر امیر کریں اور مقدم رکھیں اے ابراہیم جسوقت
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برآت ابی بکر کو دی تھی اور ہمراہ اُسکے
بہت خلق بھیجی کہ سورۂ برآت کو مکہ میں لے جاوے اور کفار مکہ کو سناوے کہ حکم خدا ہوا
کہ ابی بکر صاحب نہ لیجاوے اور علی بن ابی طالب علیہما السلام کو بھیجو کہ وہ سورۂ
برآت کو لے جاکر کفار مکہ کو سنا دیں جیسا کہ فرماتا ہے لَا یُؤَدِّیْهَا عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ
اَوْ رَجُلًا مِنْكَ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر
علیہ السلام کو تنہا بھیجا کہ سورۂ برآت کو ابی بکر صاحب سے لو اور اسکو واپس
پھیر دو مع اس لشکر کے کہ جو ہمراہ اس کے تھا جناب امیر علیہ السلام نے بموجب
ارشاد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابی بکر صاحب سے سورۂ
برات کو لے لیا اور حضرتؐ کے ارشاد سے آگاہ کیا کہ تم واپس چلے جاؤ ابی بکر
بسبب شرمندگی کے اور ندامت کے متوجہ مدینہ منورہ کا نہ ہوا اور امیر المومنین
علیہ السلام سے التماس کیا کہ یا علیؑ تم کسی آدمی کو خدمت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میں بھیجکر میرے واسطے رخصت حج حاصل کرو کہ میں اسی جگہ
آپ کی خدمت میں رہوں گا حضرت امیر علیہ السلام بموجب حکم خدائے تعالیٰ

اکیلے گئے اور سورۂ برات کفارِ مکہ کو سنایا کہ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ اور اسی طرح چند شرائط دیگر کہ مقرر ہوئی تھیں اور بعض احکام الٰہی انہوں کو پہنچائے اُمّت میں سے اور کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا ہے اے ابراہیم جس شخص کو کہ لیاقت یہ بھی نہ ہو کہ ایک آیت مکہ کو لے جاوے اور موافق حکم خدا کے اسکو اثنائے راہِ مکہ سے واپس بُلا لیا جاوے پس کیونکر صلاحیت امامت اور خلافت اور وصایت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اسمیں ہو سکتی ہے اور یہ ایک نکتہ بہت باریک ہے کسواسطے کہ جسوقت جبرئیل امین آیات سورۂ برآت رسولخدا پاس لائے تو یہ نہ کہا کہ ان آیات کو مکہ کو کون لے جاوے اور کفارِ مکہ کو سناوے خداوند جل و علا نے اس امر میں ایک مصلحت عظیم رکھی تھی کہ اول میں حکم نہ فرمایا اس لیئے کہ رسولخدا ابی بکر کو واسطے اس امر جلیل کے بھیجیں اور بعد اس کے فرمان نازل ہوئے کہ بھیج علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اور واپس کر بھیج اس شخص کو کہ جسکو تو نے بھیجا ہے۔ کہ وہ لیاقت اور صلاحیت اس کام کی نہیں رکھتا ہے خداوند جل و علا نے اس میں سراسر کشفِ حال اور فضیحت ابی بکر کی چاہی اور یہ ذلت و خواری جو ابی بکر کو ہوئی بہت بڑی حجت ہے اور اس خواری سے وہ ندامت پہنچی ابی بکر کو کہ پھر لوٹ کر خدمتِ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ میں آنے کی اور منہ دکھلانے کی جگہ نہ رہی اور اے ابراہیم یہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے یا نہیں ابراہیم نے کہا کہ ہاں ہم کو کب انکار ہے اور پھر حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم جسوقت میں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حالتِ نزع میں تھے اُسامہ بن زید کو سردار لشکر کیا اور کہا کہ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَيْشِ الْاُسَامَةَ اِلَّا عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَفَضْلَ ابْنَ عَبَّاسٍ یعنی لعنتِ خدا ہے اس پر کہ جو لشکر اُسامہ بن زید میں نہ جاوے اور تخت لوا اس

کے نہ رہے مگر علیؑ بن ابی طالبؑ اور فضل بن عباسؓ - اور پیغمبرؐ خدا اس حدیث کو بار
بار فرماتے تھے۔ اور ابی بکر اور عمر صاحب اس کلام کو نہ سنتے تھے بخوف اس کے کہ
اگر ہم چلے جاویں گے تو رسولخدا علیؑ بن ابی طالبؑ کو قائم مقام اپنا کر دیں گے اور
بموجب حکم رسولخدا صلعم کے اسامہ نے آدمی واسطے بلانے انہوں کے بھیجے اور
رسولؐ خدا بار بار اُن پر نفرین فرماتے تھے۔ تا آنکہ حضرتؐ نے رحلت فرمائی اور یہ
دونوں مع اپنے ہوا خواہوں کے سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے اور خلافت پر
جھگڑنے لگے۔ یہانتک کہ اسکی خبر اسامہ کو پہنچی تو اُسامہ نے انہوں کے پاس
آدمی بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم لوگ میرے تابع اور ماتحت ہو تمکو خلافت سے کیا
علاقہ ہے۔ اور باتفاق سب اُمّت کے بعد از مفارقت رسولخدا یہ نوکر اور تابع
اُسامہ کے تھے۔ اگر لیاقت خلافت اور وصایت کی ہوتی۔ تو اُسامہ اُن کا
تابعدار ہوتا۔ اور رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وقتِ رحلت تا دمِ آخر
بموجب اجماع اُمّت انہوں پر نفرین کرتے تھے۔ اور یہ تمہاری سب کتابوں
میں لکھا ہے تم انکار اس کا نہیں کر سکتے ہو جس حالت میں کہ ابوبکر اور عمر تابعدار
اُسامہ کے تھے۔ اور اس کے ہمراہ نہ گئے اور مخالفت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
سے کی اور رسولخدا نے انہوں پر نفرین کی ہو پس بلاشک یہ نفرینِ خدا میں گرفتار
رہیں گے۔ معہ ان لوگوں کے کہ جو پیروان کے ہیں۔ اور عذاب ابدی میں مبتلا
ہوں گے۔ ابراہیم اور سب علما نے بسبب ندامت اور شرمندگی خلائق کے سر
نیچا کر لیا تھا۔ اور چپ تھے گویا کہ گونگے بہرے ہیں۔ بعد ازاں حسنیہ نے کہا
کہ الحمد للہِ والمنۃ کہ بدولت خلیفۂ زمان اس ضعیفہ اور عاجزہ نے فضائل
اور مناقب اہلبیت رسولؐ اللہ علیہم السلام سنے اور زندقہ اور ظلم اور مخالفت
دشمنان اہلبیتؑ سے جو کچھ میرے دل میں تھا علانیہ بخوف اور وحشت کے میں نے

ظاہر کیا اور اعدائے دین کو از روئے حجّت اور دلیل کے الزام دیا اور یہ دولت کسی کو
کبھی محبان اور مجاہدان سے نصیب نہیں ہوئی کہ جو بتوفیق خدا تعالےٰ مجھ کنیز حقیر
کو آج کے روز ملی اور اگر خلیفہ زمان کو ملال نہوئے تو بخدا بند اور خاموش نہ رہوں
اور اقسام اقسام کے دلائل حقیت مذہب اہل بیت علیہم السلام پر بیانکروں کہ سننے
والوں سے شمار ان کا نہ ہوسکے۔ یحییٰ بن خالد برمکی نے طرف ابراہیم اور علما حاضرین
کے دیکھا اور کہا واہ مرحبا تمنے خوب حقیت اپنے مذہب کی ثابت کی اور جو حق ثبوت
مذہب کا تھا اس کو خوب ظاہر کیا اور جو کہ یحییٰ اور سب علماء اور سلاطین اور امراء
ارکانِ دولت مخالف اور موافق کہ دور دور سے آئے تھے اور اُس مجلس میں حاضر تھے
سب نے حسنیہ کو دعا دی اور تحسین اور آفرین کی اور اُسروز چار سو آدمیوں نے کہ
جو مخالفِ مذہب تھے طریقہ اہلبیت علیہم السلام کا قبول کیا۔ اور ہارون نے اُس روز
سے پھر کبھی قصد آزار اور ایذا دہی ساداتِ اہلبیتؑ کا نہ کیا اور معترض حال شیعیان
اہلبیتؑ کا نہوا۔ اور حکم دیا کہ حسنیہ اور اسکے خواجہ کو خلعتہائے فاخرہ سے سرفراز
اور ممتاز کریں اور وہ ایک لاکھ مثقال زرِ سُرخ رائج الوقت موافق قرار داد شرط
کے حسنیہ اور اس کے مالک کو دیں اور بہت نوازش اور مہربانی فرمائی اور
حسنیہ کو اپنے قریب بُلایا اور مخفی اس سے کہا کہ تو اس شہر سے کسی اور جگہ
چلی جا اور جہاں تیرا جی چاہے اپنا مسکن اختیار کر کیونکہ مجھ کو خوف ہے کہ
یہ لوگ تجھ کو آزار دیں اور درپے تیری ہلاکت کے ہوں حسنیہ اور اس
کے خواجہ نے پائے ہارون پر بوسہ دیا اور اس کے دربار سے خوشحال اور
مسرور اُٹھے اور خالد چچازاد بھائی ہارون کا کہ محبّانِ خاص خاندان اہلبیتؑ
علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تھا اور جو لوگ کہ محبت اہلبیت علیہم السلام سے
رکھتے تھے وہ بھی حسنیہ سے بہ اکرام و انعام تمام پیش آئے اور ابراہیم شرمندہ

اور روسا کرسی زرین سے اٹھا اور ابویوسف اور شافعی اور دیگر لوگ کہ اعدائے
اہلبیت علیہم السلام سے اور جو اس جلسہ میں آئے ہوئے تھے نادم اور پشیمان اٹھے
اس وقت سب خلائق انکپر ہنستی تھی اور چچازاد بھائی ہارون کا ان لوگوں سے
مضحکہ استہزا کرتا تھا۔ پس حسنیہ مع اپنے آقا خواجہ بازرگان کے مخفی باجماعت
کثیرہ شہر بغداد سے باہر آئی اور مدینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو روانہ
ہوئی۔ بعد قطع منازل اور طے مراحل کے مدینہ منورہ میں پہنچے اور خدمت بابرکت
جناب امام رضا علیہ السلام اور دیگر سادات عظام میں فائز ہوکر مسکن پذیر ہوئی ❖

خاتمہ از مصنف مدظلہ العالی

الحمد للہ علیٰ افضالہ واحسانہ کہ یہ چند سطریں اس رسالہ مباحثہ حسنیہ کی
بمدد و عانت جناب ائمہ معصومین علیہم السلام زبان فارسی سے اردو میں ترجمہ
کی گئیں تاکہ سکنائے اس دیار کو بھی فائدہ اس کا عام ہو اور نفع تام اور باعث
سرور قلوب شیعیان حیدر کرار اور جملہ مومنین اور مومنات کا ہو اور موجب اجر
اور ثواب کا واسطے اس عاصی مترجم کے بھی ہو ❖

تمت

اعلان

یہ کتاب خاص ارباب مذہب امامیہ کیلئے چھاپی گئی ہے۔ خدمت میں حضرات
اہلسنت والجماعت کے گذارش ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کو ملاحظہ نہ فرمائیں
... ❖ المشتہر سید صغیر حسن مالک مطبع اثنا عشری دہلی

خطبات ۔ فرامین اور مکتوبات
خاص [illegible]

نیرنگ فصاحت
ترجمہ اردو نہج البلاغہ

[illegible]

وہ نایاب گوہر جسے شیعی دنیا کی نگاہیں تلاش کر رہی تھیں وہ انمول موتی جو عربیت
میں مکنون تھا۔ وہ اعلیٰ مضامین جو اردو داں پبلک کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے وہ مقدس ال
زیارت کیلئے آنکھیں ترستی تھیں۔ پند و نصائح کا وہ خزانہ جس سے ہر شخص استفادہ حاصل
معرفت کا وہ چھلکتا ہوا ساغر جس سے سرشار ہونیکی ابھی تک کوئی سبیل پیش نظر نہ تھی
کی محفل میں گردش کر رہا ہے۔ اور وہ شراب گلرنگ لٹا رہا ہے جو طیب و طاہر اور ساقی کوثر
مہکتے ہوئے پھولوں سے کھنچکر عربی خم میں سربند چلی آتی تھی ایک عربی نژاد حور وش
میں جلوہ گستاں ہے۔ زمزم کے پانی میں گنگا جمنی رنگینیاں جھلک رہی ہیں مکی و مدنی
شیرینیاں اردوئے معلّیٰ کی ملاحتوں میں ملکر شاد کام کیئے دیتی ہیں اور مولود حرم کے
ہماری زبان میں ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں اس سے بڑھکر شیعہ پبلک کی اور کیا خو
سکتی ہے اس مژدہ جان بخش کو سنکر ہمارے دینی بھائی جسقدر اظہار مسرت کریں تھوڑا
مبارک موقعہ کی یادگار میں اگر جان و مال قربان کر دیں تو کم ہے شیعی دنیا کو خوب معلو
کہ اس عظیم الشان کتاب کے ترجمہ کی ضرورت ایسی محسوس ہو رہی تھی کہ شیعہ کانفرنس
متوجہ کیا گیا تھا۔ حقیقتاً یہ ایک عجیب و غریب اور نہایت محنت اور دقت طلب کا
ہماری ناچیز کوششوں اور ہمارے ہی کمزور دماغ کی جد و جہد سے حسن اختتام کو پہنچا
اسی پاک پروردگار کا فضل ہے جس نے اس قابل کیا کہ اس گرانبہا تحفہ کو آپکی خدمت
پیش کر رہے ہیں۔ قیمت صرف ۲ روپیہ علاوہ محصولڈاک ٭

منیجر مطبع اثنا عشری دہلی